پیشوا انٹرنیشنل

اردو زبان میں لندن سے گزشتہ پانچ برس سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 6۔شمارہ 2۔اپریل تا جون 2019ء۔زیر ادارت رانا محمد حسن خاں

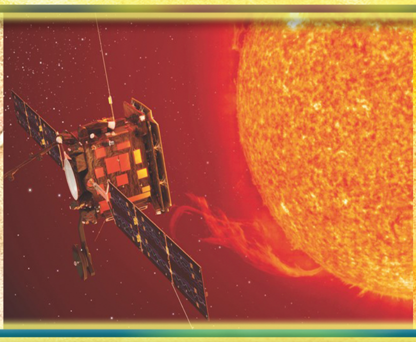

2 London Road, SM4 5BQ , Morden Surrey
Tel:020 36747009 , Mobile: 07792998973
Email: peshwaltd@gmail.com
www.peshwa.co.uk

RH DREAM EVENTS LIMITED

RH Dream Weddings

TEL: 020 3674 7909 **MOB: 077 9299 8973**

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER
Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سہ ماہی رسالہ انٹرنیشنل

پیشوا

چیف ایڈیٹر - رانا محمد حسن خان

نائب ایڈیٹر: محمد ثاقب رشید   مارکیٹنگ مینیجر: رانا عبدالصمد خان   سرورق: محمد سلیم انصاری

خصوصی تعاون آر اینڈ ایچ ایکسیڈنٹ کلیم سروسز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

فہرست مضامین

آیت قرآن الحکیم۔حدیث نبیؐ۔مشعلِ راہ ”نبی کریم ﷺ کی بچوں سے محبت“	2
اداریہ ”مذہب کا پہلا سبق انسانیت ہے“	3
دنیا نئے اشوکا کی منتظر ہے؟	4
مولوی کی خدمات!	6
وَمِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا...	7
یورپ کے مظلوم مسلمان بچے!	9
مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط 8)	13
پارکر نامی سیارچے کا سفرِ سورج	18
”ذکر حلال پر بھی ہے فتویٰ حرام کا“	19
”خلافت کی دینے لگا میں دُہائی“	20
سیزر کو اس کا حق دو اور خدا کو اس کا حق!!	22
مکّہ۔حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ابتدائی گھر	23
بجٹ، کرپشن، عمران خان کا خطاب	27
کیا یہ وہی دَور تو نہیں؟ (قسط 2)	29
یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات	31
ہومیو پیتھک نسخہ جات (معدہ کی بیماریاں 5)	35
شمائل نبوی ﷺ (قسط 6)	37
آوارگانِ دشتِ خار (قسط 18) مسلمان کی تعریف، ملیچھوں یا شودروں کا سا سلوک، خدا کی قسم! قادیانیت چھا جائے گی، فتویٰ باز مولوی، مولانا فضل الرحمان منہ دیکھتے رہ گئے!، نجم الفتاویٰ۔	40
کمال اتاترک اور خلافت کا خاتمہ	43
افسانچے!!!	45
شعروشاعری: امتہ الباری ناصر صاحبہ۔منیر احمد باجوہ۔فیض احمد فیضؔ۔جگر مراد آبادی۔محمد رفیع سوداؔ۔وسیم ملک۔امجد اسلام امجدؔ۔کیفی اعظمی۔منظر لکھنوی۔کلیم عاجز۔اسماعیل میرٹھی۔جہانگیر خان۔	46
پاکستان کے نامور سائنسدان کی ادبی خدمات	50
بیوقوف کون ہے؟	52

PESHWA MAGAZINE INTERNATIONAL

2 London road Morden Surrey SM4 5BQ UK

Tel. 020-36747909 E-mail peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ 1 پاؤنڈ۔   سالانہ ممبرشپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈ، یورپ 18 یورو، آسٹریلیا و امریکہ 25 پاؤنڈز

www.peshwa.co.uk

آیت قرآن کریم

وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُم بِالَّتِي تُقَرِّبُكُمْ عِندَنَا زُلْفَىٰ إِلَّا مَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ۔ (سورۃ السبا۔آیت ۳۸)

اور تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسی چیزیں نہیں جو تمہیں ہمارے نزدیک مرتبہء قرب تک لے آئیں۔سوائے اس کے جو ایمان لایا اور نیک اعمال بجالایا۔پس یہی وہ لوگ ہیں جن کو اُن کے اعمال کے بدلے جو وہ کرتے تھے، دُہری جزا دی جائے گی اور وہ بالا خانوں میں امن کے ساتھ رہنے والے ہیں۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

دینار انفقته فی سبیل الله و دینار انفقته فی رقبة و دینار تصدقت به علی مسکین و دینار انفقته علی اهلك اعظمها اجرا الذی انفقته علی اهلك۔

(صحیح مسلم۔جلد ۴۔کتاب الزکوۃ۔حدیث نمبر ۱۶۴۷۔شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

ایک دینار جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک دینار جو تم نے گردن (آزاد کرنے کے لئے) خرچ کیا۔ایک دینار جو تم نے مسکین کو صدقہ دیا۔ایک دینار جسے تم نے اپنے اہل پر خرچ کیا۔ان میں سے اجر کے لحاظ سے سب سے بڑا وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

مشعلِ راہ ’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بچوں سے محبت‘‘

آج سے تقریباً پندرہ سوسال پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت بچوں کو رحمت اور آرام کا ذریعہ قرار دیا تھا جب مرادیں مانگنے کے لیے بچوں کو ذبح کیا جا رہا تھا اور ناک اونچی رکھنے کے لیے بچوں کو زندہ گڑھوں میں دفن کیا جا رہا تھا۔آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت ان پر تحفظ وسلامتی اور محبت وشفقت کا ایک سائبان تان دیا تھا جب دنیا کے دوسرے حصوں میں بچوں کے تحفظ وسلامتی کے لیے کوئی قانون نہ بنا تھا۔ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچوں سے بڑی محبت تھی۔آپؐ کو بچے جہاں بھی ملتے انہیں محبت سے گود میں اُٹھا لیتے، بوسہ لیتے، پیار کرتے اور ان سے کھیلتے۔جب نیا میوہ آپؐ کے پاس آتا تو سب سے کم عمر بچے کو جو اس وقت موجود ہوتا عطا فرما دیتے۔راستے میں جو بچے مل جاتے تو خود ان کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔

زاد المعاد، اسوہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھا ہے کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچوں کی بہت دلجوئی فرماتے حرم مبارک سے نکل کر مسجد تشریف لاتے تو راستے میں بلا امتیاز بچوں کو پیار کرتے اور گود میں اُٹھا لیتے اور اگر آپؐ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو تھوڑی تھوڑی سب بچوں میں تقسیم کر دیتے۔اور ان کو سمجھاتے جاتے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم۔ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔آہستہ کھاؤ اپنے سامنے سے کھاؤ۔بچے کو جو چیز پسند ہوتی اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر دیتے اور محبت سے کھلاتے۔ایسا کرنے کا مقصد خدا کا شکر گزار بندہ ہونے کے علاوہ بچوں میں شکر گزار بندہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوتا۔آپؐ بچوں کو سیر کے لیے بھی ساتھ لے جاتے ان کے کھیل میں بھی شریک ہوتے۔اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بچوں سے کوئی نقصان ہو جائے یا کام میں دیر ہو جائے تو گھر والے سخت سرزنش کرتے ہیں مگر آپؐ کا یہ حال تھا کہ اپنے غلاموں سے بھی سخت الفاظ نہ بولتے تھے بلکہ کسی کو کبھی جھڑکا نہ ڈانٹا۔بچوں کو جسمانی سزا دینے کے سخت خلاف تھے۔

اداریہ

مذہب کا پہلا سبق انسانیت ہے !!

بتوں کو توڑ دو لب کھول لو　　　اہلِ وطن منہ میں تمہارے انگارہ نہیں

نیوز ایجنسی روئٹرز کی رپورٹ کے مطابق پاکستانی صوبہ پنجاب کے جنوبی حصے کے شہر بہاولپور میں قائم گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج میں تعلیمی سال کے اختتام کے سلسلے میں ایک فیئرویل یا الوداعی پارٹی کی منصوبہ بندی کی جارہی تھی۔ سال چہارم کے ایک طالب علم خطیب حسین کی اس پوسٹ گریجوایٹ کالج میں انگریزی کے ایک استاد ایسوسی ایٹ پروفیسر خالد حمید سے اس معاملے پر ایک روز قبل تلخ کلامی ہوئی تھی جس کے بعد اس طالب علم نے بدھ 20 مارچ 2019 کو ان پر چھریوں سے وار کر کے قتل کر دیا۔ پولیس کا کہنا ہے کہ خطیب حسین نامی اس طالب علم نے جب خالد حمید پر حملہ کیا تو موقع پر موجود کچھ طلباء نے اپنے استاد کو بچانے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ ملزم کو جب گرفتار کیا گیا تو اسے اپنے گھناؤنے اقدام پر رتی بھر بھی ندامت یا شرمندگی نہ تھی۔ اسی طرح گزشتہ سال ایک اسکول پرنسپل کو اس لیے قتل کر دیا گیا تھا کیوں کہ اس نے ایک طالبعلم کو ایک شدت پسند اسلامی گروہ کے جلسے میں جانے سے روکا تھا۔ گزشتہ کچھ برسوں میں سلمان تاثیر، شہباز بھٹی، مشال خان اور دیگر کئی واقعات میں لوگوں کو توہین مذہب کے الزام پر قتل کیا جاچکا ہے۔ توہین مذہب کے الزام میں کم از کم ساٹھ افراد کو جرم ثابت ہونے سے قبل نہایت اذیت ناک طریقوں سے قتل کیا جاچکا ہے، آسیہ بی بی کو تو ۱۰ برس کی ناکردہ گناہ کی سزا بھگتنے کے بعد رہائی نصیب ہوگئی مگر سینکڑوں لوگوں کی رہائی باقی ہے۔ مذہب، پاکستان میں ایک انتہائی حساس موضوع ہے۔ اور مذہب کو حساس موضوع بنانے والے اول نمبر پر یہودی نام نہاد ربّیوں، فریسیوں اور نام نہاد عیسائی پادریوں کے نقش قدم پر چلنے والے نام نہاد مولوی حضرات ہیں۔ وفاقی وزیر برائے سائنس جناب فواد چودھری نے بالکل سچ کہا ہے کہ:

”پاکستان کے لیے سب سے بڑا خطرہ فتویٰ باز مولوی ہیں، تمام طبقہ فکر کو اس رویے کیخلاف جہاد کرنا چاہئیے،
ہمارے 75 فیصد مسائل کی وجہ علماء سو ہیں۔“

جناب فواد چودھری کا یہ بیان حوصلہ افزا ہے۔ جنرل ضیاء الحق نے مذہبی منافرت کے ایسے بیج بوئے ہیں جن سے ایسے خونی تناور درخت پاکستان کی سرزمین پر اُگے ہیں جن کے سائے میں انسانیت دم توڑ رہی ہے۔ فواد چودھری جیسے لبرل دانشوروں کی آواز کبھی کبھار سنائی دیتی ہے، اس آواز کو ریاست کے کرتا دھرتا سیاسی، فوجی اور مذہبی مصلحتوں کا شکار ہو کر جلدی سے دبا دیتے ہیں۔ بڑا عجیب لگتا ہے جب ریاست کا سربراہ یہ کہتا ہے کہ عاطف میاں معاشی کونسل کے ممبر بنادیے گئے ہیں اور چند دن بعد مذہبی اور سیاسی نام نہاد مصلحت کے شکار ہو کر عاطف میاں کے مذہبی عقائد کی بنا پر ان سے پیچھا چھڑا لیتا ہے۔ اور یہ بھی حیرت کی بات ہے کہ وزیر اعظم نے ایک ایسی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد رکھا جہاں سائنس کو روحانیت کے زور پر سپر سائنس بنایا جائے گا، اور یہ کہے کہ اس روحانی یونیورسٹی سے لیڈرشپ پیدا ہوگی۔ فواد چودھری اس سے پہلے بھی رویت ہلال کمیٹی کی چاند دیکھنے کی ڈرامہ بازی پر تنقید کر کے مفتی منیب اور دیگر علماء کے غیض وغضب کا نشانہ بن چکے ہیں۔ حالیہ بیان کے بعد مفتی نعیم بنوری نے فواد چودھری کے متعلق عمران خان کی حکومت کو دھمکی دی ہے کہ:۔

”اگر تو تحریک انصاف کو اپنی حکومت بچانی ہے تو انہیں چاہئیے کہ فواد چوہدری کو فی الفور برطرف کرے۔“

علماء کا اس طرح کا دھمکی آمیز رویہ قابل مذمت ہے اور ہر ذی شعور پاکستانی کو اس طرح کے منفی رویوں کی مذمت کرنی چاہیے اور سچی اور مدلل بات کرنے والوں کو زبردست خراج تحسین پیش کرنا چاہیے۔ نفرت اور خاص طور پر مذہبی نفرت پھیلانے والوں کی ہر میدان میں دل شکنی اور قانونی گرفت ضروری ہے۔ گزشتہ دنوں جب جناب بلاول بھٹو زرداری نے مولانا فضل الرحمان کے مذہبی توہین کے بیانیے کو جو عمران کے خلاف صحابہ رضوان اللہ کی توہین کرنے کے متعلق تھا، مشترکہ اعلامیہ میں شامل کرنے سے انکار کر دیا تو مولانا ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ بلاول نے کہا تھا: ”کسی کے بھی خلاف مذہب کو استعمال نہیں ہونے دوں گا۔“ اب وقت آ گیا ہے کہ فواد چودھری اور بلاول زرداری کے بیانیہ پر نا صرف غور کیا جائے بلکہ اسے خوب مشتہر کیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ ہمارا مسئلہ معاشی نہیں اخلاقی ہے، جب تک لوگوں کو یہ شعور حاصل نہیں ہوگا کہ مذہب کا پہلا سبق انسانیت ہے نہ کہ حیوانیت ہے، تب تک قوم خون تھوکتی رہے گی اور نفرت کی بھینٹ چڑھتی رہے گی۔ اللہ رحم فرمائے۔ آمین

کیا دُنیا ایک نئی جنگ اور ایک نئے اشوکا کی منتظر ہے؟

تحریرو تحقیق: ندیم احمد بٹ (پاکستان)

سدھارت گوتم یعنی بدھا جی (BCE to 483563) کے قریباً 300 سال بعد 262 عیسوی سال کی بات ہے جبکہ اپنے وقت کا عظیم بادشاہ اشوکا ہندوستان میں کالِنگا کے مقام پر اپنے مخالفین سے جنگ میں مصروف تھا مگر ساتھ ہی ساتھ وہ یقینا مُستقبل میں مستقل امن کے قیام کے بارے میں بھی سوچ رہا تھا۔وہم وگمان سے بالا ہونے والے قتل غارت اور نہ ختم ہونے والی دشمنیوں نے اسکو مجبور کر دیا کہ وہ سمجھے کہ اس کے پیچھے خدائی منشاء ہے کہ اس وقت کے مسیح یعنی گوتم بدھا کے جھنڈے تلے لوگ اکٹھے ہوں اور اتحاد وایمان اور امن حاسل کریں اور بالآخر اشوکا نے اس حقیقت کو سمجھ بھی لیا اور مان بھی لیا اور لوگوں کیلئے امن بھی پا لیا اور پھر تاریخ نے اسکو عظیم اشوکا کے نام سے یاد رکھا بدھ جی ہندوؤں کیلئے مسیح بن کر آئے تھے۔(اس بات سے بہت سے لوگ شاید اختلاف کریں گے مگر ایک چشم عارفانہ اس بات کو خوب سمجھ سکتی ہے) کہ وہ ایک اندازے کے مطابق کرشن جی کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے۔کرشن جی کی تاریخ پیدائش کا بالعموم کوئی واضح علم نہیں ملتا، صرف لوگ اندازے لگاتے ہیں کہ وہ ۳۰۰۰ قبل مسیح میں پیدا ہُوئے تھے مگر وہ خدائی طرز طریق جس کو ہم یہاں بیان کر رہے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ وقت ۲۰۰۰ سال قبل مسیح ہے۔

قصہ مختصر یوں کہ اشوکا کو خوب علم تھا کہ بدھ مت کو ماننے والوں پر ہندو مت کے ماننے والے (جن کے لئے بدھ مسیح بن کر آئے تھے) کیسے ظلم و جبر روا رکھے ہُوئے ہیں اور یہ کہ ہر طرف فساد برپا تھا کہ کسی طور پر کوئی فریق طاقت حاصل کرلے اور اس کام کیلئے مذہب کو بطور خاص ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا کہ دوسرے فریق کے خلاف یُدھ یا جہد (اپنے طور پہ جہاد) کے فتوے لگا کر چڑھائی عام تھی اور یہ سب خون خرابہ دیکھ کر وہ یقینا ایک باشعور آدمی کی طرح اس نتیجے پہ پہنچا ہوگا کہ ہندو اس حالت کو اس لیئے پہنچ گئے کیوں کہ اُنہوں نے کرشن جی کی صرف جنگوں کو یاد رکھا اور انکی بتائی ہوئی اصلی تعلیم کو پسِ پشت ڈال دیا تھا کہ جس میں محبت، عزت، درگزر اور رحم جیسی مذہبی تعلیمات بھی تھیں اور جن کو خدا کی طرف سے بدھ جی کی شکل میں اسکے کچھ عرصہ پہلے دوبارہ یاد دہانی بھی کرائی گئی تھی۔سو خدا کے اس پیغام کو جس میں بشارت کے ساتھ ساتھ انذار اور وارننگ بھی تھی، کو جُھٹلانے کی وجہ سے لوگ جنگ اور خدائی سزا کا سامنا کر رہے ہیں اور ایک اندازے کے مطابق کالنگا کی جنگ میں جہاں اشوکا کے دادا چندر گُپت موریا اور والد بندوسرا نے بھی کوشش کی مگر ناکامی کا منہ دیکھا، وہاں ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں اڑھائی لاکھ کے قریب جنگجو مارے گئے اور ہزاروں دیگر انسانوں اور جانوروں کو بھی موت اور اپنے علاقوں سے بے دخلی کا سامنا کرنا پڑا۔بعض روایات کے مطابق اس جنگ میں اشوکا اور اس کے بعض ساتھیوں کی طرف سے ایک غیر مادی ہتھیار کا استعمال کیا گیا جس کی وجہ سے اس کو طاقتور مخالف پر برتری حاصل ہوئی اس ہتھیار کو خفیہ رکھا گیا اور بہت کم لوگوں کو اس کا علم تھا۔یہ جنگ چونکہ ایک دینی رنگ بھی اپنے اندر رکھتی تھی تو یہاں یقینا دعا اور خدائی مدد اور خدا کے ایک نشان کی بات ہو رہی ہے جو حق کی آواز اور ہتھیار کے طور پر ایک قہری تجلّی تھی جو مظلوم کی مدد اور ظالم کی خبر لینے کیلئے برپا ہوئی۔ لہٰذا یہ سب حالات وواقعات دیکھ کر، بالآخر بادشاہ بھی اور رعایا کا ایک بڑا حصہ بھی نرم پڑ گیا اور اپنے غصے اور غرور کو چھوڑ کر اپنے مسیح کو پہچاننے اور اسکو ماننے میں کامیاب ہوگیا۔تب اشوکا نے بھی اور بہت سی عوام نے بھی بدھ ازم کو اپنایا اور پھر امن کی داعی بدھ سلطنت، افغانستان کے بعض علاقوں سے لے کر سری لنکا کے ساحلوں تک اور تبت اور جاپان سے لے کر کوریا کے ممالک تک کے وسیع علاقوں تک پھیل گئی اور ایک لمبے عرصے تک قائم رہی، اور اسی اشوکا کو تاریخ نے عظیم اشوکا کے نام سے یاد رکھا ہے۔

ایسے ہی چند سو سال کے بعد اشوکا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ایک بادشاہ روم میں بھی آیا جس کو تاریخ کونسٹن ٹین عظیم (یا معزز) کے نام سے جانتی ہے۔ The Augustus Constantine جو کہ 272 سے 337 عیسویں سال تک زندہ رہا) اشوکا ہی کی طرح، مسیحؑ کے قریباً 300 سال کے بعد

بہت خون خرابے اور فساد میں گزرتے ہوئے اس کو خواب اور مسیحی تبلیغی کوششوں سے خدائی منشاء کی سمجھ آ گئی کہ عیسیٰؑ کا مسیحی پیغام امن اور انسانوں کی روحانی اور دنیاوی نجات اور اس کی امید ہے اس نے مسیح کے ماننے والوں پر اہلِ یہود کے بے جا فتووں اور ان پر ہونے والا ناروا ریاستی اور غیر ریاستی ظلم و جبر کو بھی دیکھا تھا۔اور تب وہ وقت آ گیا تھا اسکو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا جائے اور شاید اس کو اس بات کا اندازہ نہیں ہوگا کہ وہ بھی اپنے وقت کا ایک اشوکا ہے۔جب اس نے 212ء میں رومن بادشاہ ماکسنٹیئس (Maxentius) کے ساتھ ایک زبردست جنگ لڑی تو اس کو جنگ کی رات خواب میں کہا گیا کہ وہ صلیب کی پیچھے رہتے ہوئے لڑے، اور جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی تمام فوج کی شیلڈز یا ڈھالوں پر صلیب کا نشان بنوایا یعنی اس میں دینی اور خدائی مدد کا عنصر واضح تھا سو اس جنگ میں خدائی نصرت کے طفیل ملنے والی کامیابی کے بعد 313ء میں میلان کے شہر سے ایک شاہی فرمان کا اجراء کیا گیا جس میں مسیحیوں کو سلطنت روم میں باقاعدہ طور پر تسلیم کیا گیا اور جس سے ان پر ظلم و جبر کا خاتمہ ہو گیا۔نیز اس نے اس جگہ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کے جسد کو بعد از صلیب رکھا گیا تھا وہاں پر انکے مقدس روضے کی تعمیر کا بھی حکم نامہ جاری کیا۔اسکو پہلے عیسائی شہنشاہ کے طور پر بھی جانا جاتا ہے کہ جس دور میں عیسائیت یورپ میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

چندر گپت موریا کا پوتا
اور ہندوستان کا
عظیم بادشاہ اشوکا

اب اوپر بیان کردہ باتوں سے کیا ہم حق بجانب نہیں کہ ایسا ہی طریق و ترکیب ہم اسلام میں دیکھیں، حق بات یہ ہے کہ ہم پہلے ہی بڑی جنگ کے دھانے پر کھڑے ہیں اور اس بار یقیناً آپ اتفاق کریں گے ایک عالمی مسیح کی آمد متوقع ہے اور رسول اللہ ﷺ، نعمت اللہ شاہ ولیؒ اور بعض دیگر علماء کی پیشگوئیوں کے مطابق ایسے مسیح کو پہلے ہی آ چکا ہونا چاہئے۔نیز قریب قریب سب مذاہب یا تہذیبیں اس وقت بِالواسطہ یا پراکسی لڑائیوں میں مصروف ہیں اور ایک دوسرے پہ سبقت لے جانیکی کوشش کر رہی ہیں اور اب اگر جنگ شروع ہو جاتی ہے تو یہ ایک عالمی لڑائی ہوگی اور پھر ایسے ہی مسیح کا ماننا بھی ایک عالمی تحریک کی شکل میں ہوگا اور بالکل واضح ہے کہ اب مزید سینکڑوں سال نہیں لگیں گے ان معاملات کے ظاہر ہونے میں ہمارے اعمال اور ہمارے شوخیاں جنگ اور بڑی تبدیلی کی گھڑی کو جلد از جلد آنے کی دعوت دے رہی ہیں بعض کے خیال میں تو یہ بڑی جنگ پہلے ہی شروع ہو چکی ہے اور چھوٹی پراکسی لڑائیاں اسی کا تسلسل ہیں لیکن بڑے پیمانے پر عام جنگ کسی وقت بھی چھڑ سکتی ہے شاید کچھ ہفتوں یا مہینوں کی بات ہو۔لہٰذا ہم ان سطور کے پڑھنے والوں سے گزارش کرتے ہیں تھوڑا توقف کریں اور غور کریں کہ کہیں خدا کی اصل منشاء یہی تو نہیں کہ دنیا اس کے مہدی اور مسیح کے ذریعہ اسلام اور محمدِ مصطفیٰ ﷺ کے جھنڈے تلے آ کر امن اور دینی و دنیاوی برکات سے مستفید ہو۔اگر ایسا ہی ہے تو جنگ یا کسی اشوکا کا انتظار کیوں کیا جائے، آیئے ہم عجز اختیار کرتے ہوئے خدا سے راہنمائی کیلئے دُعا کریں کہ وہ ہمیں معاملات کو صحیح طور پر سمجھنے اور صحیح فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ آنے والی آفت تھم جائے بالکل ایسے ہی جیسے آخری وقت میں حضرت یونسؑ کی قوم نے استغفار اور توبہ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو رحمتِ ایزدی نے ان کیلئے وہ دروازہ کھول دیا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معاملات کو صحیح رنگ میں سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین! ***

نعمت شاہ ولیؒ کی پیشگوئیاں

آں مفتیانِ گمرہ فتوے دہند بیجا
در حق بیانِ شرع سازند بسے بہانہ
زینت دہند خود را با طرہ و جبہ
گئو سالہ سامری را باشد درون جامہ
آں عالمانِ عالم گردند ہمچوں ظالم
نا شستہ روئے خود را بر سر نہند عمامہ

ترجمہ: وہ گمراہ مُفتی غلط فتوے دیا کریں گے، شریعت کے حق بیان میں بہت بہانہ سازی کریں گے۔اپنے آپ کو طرہ اور جبہ قبا کے ذریعے عزت دیں گے، گویا سامری جادوگر کے بچھڑے کو لباس کے اندر چھپا لیں گے۔وہ دنیا کے عالم، ظالموں کی طرح ہو جائیں گے۔اپنے نہ دھوئے ہوئے چہرے کو سر پر دستار فضیلت رکھ کر سجائیں گے۔

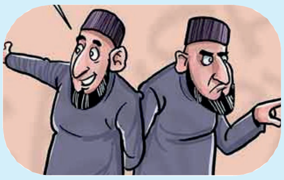

مولوی کی خدمات!!!

معروف کالم نگار جناب نذیر ناجی صاحب ''مولوی'' کو ''مذہبی پیشہ ور'' قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''(جیسا کہ) دیگر مذاہب میں ہوتا ہے، کہیں پادری، کہیں پنڈت، کہیں پروہت، ہر مذہب میں پیشہ وروں کی ضرورت پڑتی ہے۔ہم نے بھی دیکھا دیکھی اس طرح کے طور طریقے اختیار کر لیے۔اقبالؔ نے اس صورتحال کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا ہے ؎

یہ اُمّت خرافات میں کھو گئی حقیقت روایات میں کھو گئی

جب مذہب کو بطور پیشہ اختیار کرلیا جائے تو پھر آمدنی کو محفوظ اور مسلسل برقرار رکھنے کے لیے کئی طریقے اختیار کیے جاتے ہیں۔ان میں سب سے پہلا طریقہ دین کو عام آدمی کے لیے مشکل تر بنا کے اسے یقین دلایا جاتا ہے کہ دینی فرائض پورے کرنا، اس کے بس میں نہیں۔اسے بہر طور مولوی کی خدمات حاصل کرنا ہوں گی۔دین کی تشریح اور تفہیم کے لیے چاروں آئمہ نے جو تشریحات کیں، درحقیقت وہ فہم دین کو آسان بنانے کے لیے ہیں۔کسی بھی امام نے یہ نیک کام، فرقہ بندی یا کفرسازی کے لیے نہیں کیا تھا لیکن جیسے جیسے مذہب کو پیشہ بنانے کا عمل آگے بڑھا۔فقہی تشریحات کو ایک دوسرے کی ضد قرار دینے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ایک دوسرے کو کافر کہا جانے لگا۔ہمارے ملک میں فرقہ واریت کے تحت مسجدیں علیحدہ کر لی گئیں۔اب ہر فرقہ اپنی مسجد میں نماز ادا کرتا ہے۔حد یہ کہ دوسری فقہ سے تعلق رکھنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جاتی۔مجھے یاد ہے کہ پی این اے کی تحریک کے دوران جسے نفاذ اسلام کی تحریک کہا جاتا تھا۔قیادت کے اجلاسوں کے دوران جب نماز کا وقفہ آتا تو ہمارے ''علمائے کرام'' علیحدہ علیحدہ جماعتیں کھڑی کرتے اور اپنے اپنے مسلک والوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے۔ہم لوگ حیران ہوا کرتے تھے کہ جو لوگ نماز میں متحد نہیں، وہ قوم کو کیسے متحد کریں گے؟اسی بنا پر ریاستیں مذہبی معاملات میں ملوث نہیں ہوتیں۔جو ہوتی ہیں، ان کا حال ہمارے جیسا ہو جاتا ہے۔ابھی عوام نے ملاؤں کو حکومت بنانے کا موقع نہیں دیا۔اگر کبھی ایسا ہوا تو آئندہ سب حکومتوں کا بننا اور ٹوٹنا فقہی اختلافات کی وجہ سے ہی ہوا کرے گا۔اور جو بھی حکومت پر فائز ہو گیا۔وہ دوسرے تمام فرقوں کو کافر قرار دے کر سزاؤں کا مستحق ٹھہرائے گا۔ خُدا کا شُکر ہے کہ ابھی ان لوگوں کی حکومت نہیں آئی۔

ہمارے نبی ﷺ نے تو مسجد نبوی میں یہودیوں کو عبادت کی اجازت دے دی تھی۔خُدا جانے یہ کون لوگ ہیں جو دوسروں کو اپنی جگہ پر بھی عبادت کرنے پر، مارنے چلے جاتے ہیں اور سینکڑوں کا خون بہنے پر جب کوئی قومی لیڈر، ہم وطنی کے رشتے سے بھائی کہہ کر ان کا دکھ بانٹنے کی کوشش کرتا ہے، تو اس کے خلاف کفرسازی کا کارخانہ حرکت میں آ جاتا ہے۔اگر ہم نے مذہب کو ذریعہ روزگار اور ذریعہ معاش بنانے والوں کے مقاصد کو نہ سمجھا تو یہ ہمارے ہاتھوں ایک دوسرے کو قتل کراتے ہوئے، وطن عزیز کو مقتل بنا دیں گے اور ''ہماری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں'' (جنگ لندن ۱۳ جون ۲۰۱۰ءمضمون از نذیر ناجی)

مذہبی آتش نے بچپن کی جلا دی دوستی
ہم بھی کعبہ بن گئے تم بھی شوالے ہو گئے

چاند اکبر آبادی

وَمِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا...

تحریر:
ڈاکٹر طارق احمد مرزا
آسٹریلیا

یہ ایک عجیب انسانی خصلت ہے کہ جب بھی شر کی یا شر سے محفوظ رہنے کی بات کی جاتی ہے تو فکر اور سوچ فٹ سے دوسروں کی طرف، دوسروں کے شر کی طرف مبذول ہوجاتی ہے۔ یعنی یہ بات پکی طور پر ذہن میں راسخ ہوئی ہوتی ہے کہ اگر شر کہیں سے جنم لے سکتا ہے تو وہ دوسرے انسانوں سے ہی، خاص کر دشمنوں سے، جنم لے سکتا ہے یا جنم لے رہا ہوگا۔ اگر انسان نہیں تو جنات یا شیطان اور ابلیس کو اس کا ماخذ یا مجرم قرار دے دیا جاتا ہے اور پھر معوذ تین یاد آجاتے ہیں، لیکن اِلّا ماشاءاللہ کبھی بھی اس معاملہ میں انسانی سوچ اوّل طور پر خود کی طرف، اپنی طرف مبذول نہیں ہوتی۔ کبھی بھی شر کا خیال آتے ہی اپنا کسی کو خیال نہیں آتا۔ اس کے برعکس اگر مظلومیت، شرافت، بے قصوری وغیرہ کا خیال آئے تو اوّل طور پر پہلا خیال خود اپنی ذات کا ہی ذہن میں آتا ہے۔ اسی طرح سے دنیا جہان کی اخلاقی کمزوریاں یا گناہ ہیں مثلاً جھوٹ، غیبت، بہتان، چغلی، تجسس، عیب جوئی، خیانت، بدظنی، چوری، ڈاکہ، استہزاء، تکبر، کاہلی، عہد شکنی یعنی وعدہ خلافی، دوسروں کی حق تلفی، دوسروں کی ٹانگ کھینچنا، ملاوٹ، رشوت، ناجائز سفارش، شرک، بدکلامی، چرب زبانی، دھوکہ دہی وغیرہ جس برائی کے بارہ میں بھی سوچا جاتا ہے تو دوسرے لوگوں میں سے ہی کسی نہ کسی کا خیال فوری طور پر ذہن میں آجاتا ہے کہ یہ برائی تو فلاں فلاں میں پائی جاتی ہے۔

بے شک بہت سے لوگ اپنے گناہوں کا خیال بھی کرتے ہیں اور استغفار بھی پڑھتے رہتے ہیں لیکن عموماً نفسیاتی طور پر خود کو شر کا ماٴخذ پھر بھی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہی کہا جاتا ہے کہ ہاں ہم کمزور ہیں، گنہگار ہیں، خطا کے پتلے ہیں لیکن خود کو 'شر کا پتلا' تسلیم کرنے سے احتراز ہی برتا جاتا ہے۔ اول تو خود کے شر کا پتلا ہونے کا علم ہی نہیں ہوتا، اس کا احساس ہونا اور اپنے شر سے خود کو، اپنے اہل خانہ کو، اپنے عزیز و اقارب کو، کولیگز یعنی ہم پیشہ، ہم منصب، ہمجولیوں، ہمسائیوں اور دیگر عوام الناس کو محفوظ رکھنے کی دعا تو دور کی بات ہے۔

اپنے گناہوں پہ ندامت اختیار کرتے ہوئے استغفار کرنا اور خود کو شر کا پتلا سمجھ کر اپنے شر سے خدا کی پناہ طلب کرنا، ان دونوں میں ایک باریک فرق ہے۔ اس فرق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے محسن انسانیت حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک بہت ہی جامع اور معنی خیز دعا ہمیں سکھلائی ہے، جو ذیل میں درج ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

ترجمہ: ''ہر حمد کے لائق اللہ ہے۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اسی سے مدد چاہتے ہیں، اور اسی کی مغفرت کے طالب ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں اور ہم اپنے نفس کے شر اور اعمال کے بدنتائج سے اس کی پناہ چاہتے ہیں''۔ اس دعا میں پہلے تو اپنے گناہوں پہ استغفار کرنے کا ذکر ہے اور پھر آگے چل کر اپنے شر سے بھی خدا تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ درحقیقت یہی شر ہے جو گناہوں کو جنم دیتا ہے۔''

بہت سے قارئین کو یاد آگیا ہوگا کہ یہ دعا ہر جمعہ کے روز خطبہ ثانیہ کے آغاز میں اور اسی طرح خطبہ نکاح میں بھی پڑھی اور سنائی جاتی ہے۔ گویا سال میں کم ازکم باون مرتبہ تو ضرور ہمیں سننے کو ملتی ہے۔ لیکن چونکہ اس کا ترجمہ نہیں سنایا جاتا یا اس کا ترجمہ بعض سامعین کو معلوم نہیں ہوتا اور یا پھر سامع کی شعوری توجہ اس خطبہ ثانیہ کی بجائے خطبہ کے موضوع پر یا جلدی سے نماز کے لئے صفیں درست کرنے اور نماز سے فارغ ہوکر گھر یا دفتر یا بازار وغیرہ جانے پر مبذول ہورہی ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر خطبہ نکاح سنا جارہا ہو تو ذہن میں یہی خیال غالب آیا ہوتا ہے کہ پتہ چلے کہ کس لڑکے یا لڑکی کا اعلان نکاح ہورہا ہے تو اس عمل میں غیر شعوری طور پر انسانی دماغ خطبہ کے اس حصہ کو 'بائی پاس'' کردیتا ہے۔ خصوصاً ''دیسی'' طبقہ جس کے لئے عربی زبان میں سنایا جانے والا یہ عربی خطبہ ثانیہ زبان سے ناواقفیت کی بنا پر سر کے اوپر سے ہی گزر جاتا ہے۔

واضح کرتا چلوں کہ یہ تحریر کسی مخصوص گروہ یا جماعت کے افراد کے لئے نہیں، عمومی بات چیت کے طور پر ہے۔ اس کا اول مخاطب تو راقم خود ہے۔ اور پھر مولانا مودودی صاحب کے الفاظ میں وہ 'انبوہ کثیر' مخاطب ہے جس کے ''نوسو ننانوے فی ہزار افراد'' اسلام کی مبادیات سے ہی ناواقف

ہیں۔اور پھر اپنے بدنصیب ملک پاکستان کے عوام الناس بھی مخاطب ہیں جہاں کے موجودہ چیف جسٹس صاحب کے ایک حالیہ دردانگیز بیان کے مطابق ''جھوٹ ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ ہے''۔اور جہاں وفاقی وزیر جناب فواد چودھری صاحب کے بقول ''لگتا ہے جھوٹ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے''۔

لگتا ہے کہ موصوف حکومتی وزیر ہونے کے ناطے ''لگتا ہے'' کے الفاظ تکلفاً یا احتیاطاً کہہ گئے ہیں، حقیقت تو یہی ہے کہ اس بدقسمت ملک میں ''لگتا نہیں'' بلکہ واقعی جھوٹ کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔

بات طول پکڑ جائے گی یہی کہنا کافی ہوگا کہ پاکستان کا آئین اور قانون اٹھا کر پڑھ لیں، باقاعدہ آئینی ترامیم اور ان کے ماتحت لمبی لمبی قانونی تعزیرات اور ان کی تشریحی یا ذیلی شقیں سفید جھوٹ بولتی نظر آجائیں گی۔اسی طرح حکومت کے بے بنیاد دعوے اور کھوکھلے وعدے سن لیں، اپوزیشن کی بے سروپا بونگیاں پڑھ لیں یا کسی دوردراز گاؤں کی پنچایت میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہوئے بظاہر سیدھے سادھے ان پڑھ دیہاتیوں کی جھوٹی گواہیاں سن لیں، اس حمام میں سارے ہی ننگے نظر آئیں گے۔علماء سُو کا تو پوچھیں ہی مت!۔

تو قارئین کرام! جب بحثیت قوم یا معاشرہ مذکورہ دعا کے الفاظ پر غور کریں تو یہ حکمت بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ ''اَنْفُسِنَا'' اور ''سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا'' کے الفاظ میں جمع (یعنی ہم اور ہمارے) کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے یہ بہت ہی جامع دعا ہے۔اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ کوئی وعظ، نصیحت، اقرار و پیمان، عزم و ارادہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے سے ہی ہم اپنے شر سے خود کو بھی اور دوسروں کو بھی محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم خود اپنے شر پر ہونے یا شر کا مأخذ ہونے کا اعتراف یا احساس نہیں کرتے تو یہ خودفریبی کے سوا کچھ نہیں۔

قرآن مجید فرقان حمید نے تو کھلم کھلا یہ بتادیا ہے کہ انسان کو تخلیق کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں خیر اور شر دونوں کا مادہ شامل کردیا تھا۔(وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ) عمومی اصطلاح کے طور پر یہی کہا جاتا ہے کہ ہر انسان کے اندر ایک شریر جن یا شیطان موجود ہوتا ہے بلکہ جوشؔ ملسیانی نے تو مایوس ہوکر یہاں تک کہہ دیا کہ:ـ

طالبِ خیر نہ ہونگے کبھی انسان سے ہم
نام اسکا ہے بَشَر ، اس میں ہے شَر دوبٹّا تین

یعنی تین حروف پہ مشتمل اس نام ''بشر'' کا دوتہائی حصہ ہی ''شر'' پر مبنی ہے، تو اس نام کے حامل سے خیر کی کیا توقع رکھی جاسکتی ہے!۔

یہ اپنے اندر کے اس شر کا احساس ہی تھا جو بہادر شاہ ظفرؔ کے اس حقیقت پسندانہ شعر کا روپ دھار گیا کہ:

نہ تھی حال کی جب ہمیں خبر، رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر، تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا!

احادیث میں آتا ہے کہ انسانِ کامل حضرت محمد مصطفی ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ جس طرح ہر انسان میں ایک جن (یا بعض روایات میں شیطان کا لفظ استعمال کیا) موجود ہوتا ہے تو کیا آپ میں بھی وہ موجود ہے؟۔تو آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں موجود ہے لیکن میرا جن (یا شیطان) مسلمان ہوچکا ہے۔یعنی آپ ﷺ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ایسے آچکے تھے کہ آپ کے نفس سے خیر کے سوا کچھ نہ پھوٹتا تھا۔مسلمان کی تعریف ہی آپ ﷺ نے یہ فرمائی کہ مسلمان وہ ہے جس کے شر سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔اپنا اور اپنے اردگرد کا ماحول پر امن بنانا ہے تو دوسروں کے شر سے ہی نہیں، اپنے شر سے بھی خدا کی پناہ میں آنے کی دعا مانگیں۔اس زمانہ کے پیرومرشدؒ نے کیسی پتے کی یاد دہانی کروائی ہے کہ رحمان سے رشتہ نہیں جوڑو گے تو شیطان سے جڑ جائے گا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ میں لے لے۔آمین، ثم آمین۔

***

جوش مذہبی

جس جذبہ نے مسلمانوں کو ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ مرتبہ تک پہنچایا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کو فاتح دنیا کا معزز لقب دلانا چاہا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کی ایسی حالت کردی کہ دوسری قومیں ان میں شامل ہونے کی آرزومند بنیں اور آخر کار شامل ہوگئیں وہ جوش مذہبی تھا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کو اوج ترقی سے قعر مذلت میں گرایا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کو بطور ایک معزز رعیت کی رہنے کے بھی ناقابل کردیا اور جس جذبہ نے مسلمانوں کی حالت ایسی کردی کہ دوسری قومیں اُن سے نفرت اور عار کرنے لگیں وہ بھی یہی جوش مذہبی ہے۔

(رسالہ جوش مذہبی از انرایبل حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب رئیس علی گڑھ۔طبع اول۔شائع کردہ محمڈن پریس علی گڑھ۔صفحہ ۳)

یورپ میں مظلوم مسلمان

تحریر:
رانا محمد حسن خاں

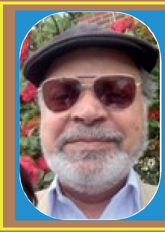

مغربی ممالک میں پرورش پانے والے مسلمان خاص طور پاکستانی مسلمان بچے نہایت تکلیف دہ صورت حال کا سامنا کر رہے ہیں۔مغربی ممالک میں پیدا ہونے والے بچوں کی تربیت اور قانون کے احترام کا مرحلہ کنڈر گارٹن سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔تربیت کا آغاز کچھ اس طرح سے ہوتا ہے کہ بچوں کو خوشدلی سے صبح،دوپہر اور شام کا سلام سکھایا جاتا ہے۔جھوٹ،غیبت،بدظنی،چوری، دھوکہ دہی،منافقت، ریاکاری،لڑائی جھگڑے،خوشامد،غصہ وغیرہ کو نہایت اچھے اور خاموش طریقے سے برائیاں ثابت کیا جاتا ہے۔اسی طرح بچوں کو قانون کا احترام سکھانے کے لیے خوش مزاج پولیس افسر،ان بچوں کا دوست بن کر ان کا پولیس سے خوف کھانا دور کر کے بتاتا ہے کہ پولیس صرف اور صرف معاشرے کو پرامن رکھنے اور شرفاء کے تحفظ کے لیے اپنا کام فرض سمجھ کر کرتی ہے۔بچوں کو ٹریفک کے قوانین اور انسانی ہمدردی کی افادیت کو نہایت عمدہ طریق پر ازبر کرایا جاتا ہے۔جب بچے اسکول جانے کے قابل ہوتے ہیں تو انہیں پہلا سبق یہ پڑھایا جاتا ہے کہ سب انسان برابر ہیں ۔رنگ،نسل،مذہب اور قوم کی بنیاد پر امتیازی سلوک کرنا قابل نفرت جرم ہے۔اس موضوع پر پوسٹر اسکول کی دیواروں پر آویزاں کیے جاتے ہیں۔اور سمجھایا جاتا ہے کہ ملکی قوانین کے مطابق ملک کے ہر شہری کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اور ہر شہری کو مکمل طور پر مذہبی آزادی ہے۔

معزز قارئین! جب بچہ باشعور ہوتا ہے،اپنے اردگرد پاکستانی ذہنیت کا مغربی ذہنیت سے موازنہ کرتا ہے تو وہ چکرا کر رہ جاتا ہے۔آیئے سب سے پہلے گھروں کا جائزہ لیتے ہیں جہاں یورپ میں پیدا ہونے والے بچوں کے والدین انکی تربیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔یہ بالکل سچی بات ہے کہ بچے کی تربیت کا زمانہ ماں کے پیٹ سے ہی شروع ہوجاتا ہے۔بچے کی پیدائش کے بعد سلیقہ شعار نیک ماں اپنے بچے کو پاک صاف رکھتی ہے،مقررہ اوقات میں اسے خوراک دیتی ہے اور بچے کو لڑائی جھگڑے تو تکار کے ماحول سے بچاتی ہے۔اور والد رزق حلال کماتا ہے اور اپنے بیوی بچوں کو وقت دیتا ہے۔جس طرح بے عمل استاد کے لیکچر کچھ حیثیت نہیں رکھتے اسی طرح والدین اپنے بچوں کو روحانی،علمی اور دنیاوی طور پر تبھی چاک و چوبند رکھ سکتے ہیں جب وہ خود ان تمام معاملات پر عملی طور پر پورے اترتے ہوں۔ساس بہو،میاں بیوی،نند بھابھی کے جھگڑوں سے نا آشنا اور شریکے کی اصطلاح سے بے خبر بچوں کو پاکستانی معاشرے کی گندگیوں اور جہالت کے جوہڑ سے بچانا اور دور رکھنا والدین کا فرض ہے،اس فرض کو ادا نہ کرنے والے والدین کے بچے نہایت کربناک صورت حال کا سامنا کرتے ہیں،والدین کی بے پرواہی ہی کی وجہ سے ان بچوں کی ازدواجی زندگی تباہ ہوجاتی ہے۔جس طرح بے نمازی والدین سختی سے اپنے بچوں کو نماز پڑھنے پر مجبور تو کر سکتے ہیں مگر نماز قائم نہیں کرا سکتے اسی طرح بچوں کی شادیاں زبردستی کروائی تو جاسکتی ہیں نباہ کرنے کی گارنٹی نہیں دی جاسکتی۔ہم نے دیکھا ہے کہ دعا گو اور باعمل والدین کے بچے عام طور پر مذہبی،علمی اور دنیاوی طور پر بڑے سلجھے ہوتے ہیں مگر بدقسمتی سے دعا گو اور باعمل والدین کی تعداد امت محمدیہؐ میں مایوس کن حد تک کم ہے۔جھوٹ، غیبت،بدظنی،چوری،دھوکہ دہی ،منافقت، ریاکاری،لڑائی جھگڑے، شکوہ ،شکایت،خوشامد،غصہ اور گالی گلوچ وغیرہ کے ماحول میں پلنے والے بچے کسی صورت بھی ان برائیوں میں کم وبیش مبتلا ہونے سے نہیں بچ سکتے۔یورپ میں پلنے والے بچے جب اپنے والدین کو مندرجہ بالا بیان کردہ برائیوں میں مبتلا دیکھتے ہیں تو ان کی شخصیت ڈگمگانے لگتی ہے۔مثلاً جب بچے اپنے والدین کو جھوٹ بولتے دیکھتے ہیں تو ان کے پاس دو ہی راستے ہوتے ہیں کہ والدین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے جھوٹ جیسے بڑے بت کی پرستش شروع کر دی جائے یا سچ کو اپنا کر والدین کی صحبت سے بچا جائے۔

یورپ میں پلنے والے بچے شعور کی آنکھ کھلتے ہی دو طرح کے والدین کا سامنا کرتے ہیں۔اول نمبر پر وہ والدین ہوتے ہیں جو اپنے بچوں کو اسی طرح کے اسلامی ماحول میں بڑی سختی سے قید کرنا چاہتے ہیں جس ماحول میں والدین خود مقید رہے ہوتے ہیں۔مثلاً جس طرح قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے لیے وہ کسی قاری یا مولوی کو انڈہ پراٹھا بھی کھلاتے تھے اور جھڑکیاں بھی سنتے تھے اسی طرح وہ اپنے بچے کے لیے بھی کوئی قاری،مولوی یا کوئی نیک دل قرآن پڑھنے

والی خاتون تلاش کر کے اپنے بچے کو اس کے حوالے کر کے خود بے فکر ہو جاتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ان کے والدین بے فکر ہو گئے تھے۔اگر بچہ مولوی یا قاری کی ہاتھ چالاکی یا بدزبانی کی شکایت کرے تو بچوں کو والدین ڈانٹ ڈپٹ کر چپ کروا دیتے ہیں اور استاد کے احترام کی تلقین بھی کر دیتے ہیں۔یہی وہ رویہ ہے جس کے نتیجے میں بدچلن مولوی اور قاری بچوں کو جنسی طور پر بھی نا صرف ہراساں کرتے ہیں بلکہ ان سے جنسی زیادتی بھی کرتے ہیں۔

بچے والدین کے دباؤ کی وجہ سے مذہبی شخصیات سے دین سیکھنے چلے تو جاتے ہیں مگر ان کے قول و فعل کے تضاد کی وجہ سے مذہب اور تمام مذہبی شخصیات سے متنفر ہو کر ایک بٹے ہوئے اور منتشر سوچ کے مالک بن جاتے ہیں۔اگر غور کیا جائے تو یورپ میں پیدا ہونے والے بچے نہایت معصوم اور مظلوم دکھائی دیں گے ،یہ بچے جب مساجد اور مدرسوں میں کمیٹی ممبران اور اماموں کے لڑائی جھگڑے دیکھتے ہیں اور عہدہ داروں کی فرعونیت مشاہدہ کرتے ہیں تو مذہب سے متنفر ہو جاتے ہیں یا منافقت اور ریاکاری کا چولا پہننے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔کسی بھی شعبے میں کام کرنے والے پاکستان سے آنے والے مہاجرین کی اکثریت نہایت مکار سوچ رکھتی ہے، جب یورپ میں پیدا ہونے والے نوجوان کا ان گھاگوں سے واسطہ پڑتا ہے تو انہیں معلوم ہوتا کہ جھوٹ، منافقت، دھوکہ بازی، وعدہ خلافی اور مکاری کا نام پاکستانی ذہنیت ہے۔اس بد ذہنیت سے پیچھا چھڑانے کا انہیں ایک ہی حل نظر آتا ہے کہ ان کے ساتھ کوئی معاملہ نہ کیا جائے ،گوروں کی ایمانداری ،سچائی اور خوش مزاجی پر ہی بھروسہ کیا جائے اور کچھ نوجوان پاکستانی بد ذہنیت اپنا کر مغربی معاشرہ کے لیے ضرر رساں بنتے ہیں۔مولوی لوگ جو کچھ اپنے خطبات اور واعظ وغیرہ میں بیان کرتے ہیں ، پڑھے لکھے باشعور یورپین جوان بچے جب ان پر سوال کرنا چاہتے ہیں تو انہیں تسلی بخش جواب نہیں ملتا تو ان کے دل غیر مطمئن ہو کر دہریوں کے فلسفیانہ خیالات سے متاثر ہو جاتے ہیں اور یا پھر ان مذہبی شخصیات کے زیر اثر آ کر بنیاد پرست بن جاتے ہیں جو جنونی ہوتے ہیں۔مسلمانوں کو مذہب سے دور کرنے والا سب سے بڑا گروہ مسلمان کہلانے والے اماموں کا ہے۔جی ہاں انہی اماموں کا جن کے متعلق ہمارے حبیب آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''لانا من غیر الدجال اخوف علیکم من الدجال فقیل: وما ذلک؟ فقال: من الائمۃ الضالین۔(مسند احمد)

''میں تم پر دجّال کی نسبت غیر دجّال سے زیادہ خائف ہوں''، عرض کیا گیا: وہ کون ہیں؟ فرمایا: ''گمراہ اماموں سے زیادہ ڈرتا ہوں۔''

(بحوالہ احیاء العلوم از امام غزالی صفحہ ۱۲۱)

بعض بہت بڑے بڑے فرقوں یعنی بریلوی اور دیوبندی تو طالب علموں کے کالج داخلہ سے بہتر ان کے لیے فالج بہتر سمجھتے ہیں اور اخبار پڑھنے کو گناہ سمجھتے ہیں اور اسی طرح انگریزی زبان، انگریزی لباس اور انگریزی ادویات کے خلاف بھی اماموں کے فتوے موجود ہیں۔ یہ بھی بڑا عجیب معاملہ ہے کہ نوجوانوں کو ان عقائد کو بھی سوال جواب کی اجازت دیئے بغیر اپنانے پر مجبور کیا جاتا ہے جو سائنسی طور پر سو فیصد جھوٹ ثابت ہو چکے ہیں۔مثلاً مشہور فرقہ بریلوی کے بانی مولوی احمد رضا خان بریلوی کے اس عقیدہ پر کہ زمین ساکن ہے اور سورج زمین کے گرد گھوم رہا ہے، بریلوی مسلمان یقین رکھتے ہیں اور یورپ میں پیدا ہونے والا بچہ جب اس طرح کے عقائد کو سنتا اور پڑھتا ہے تو وہ مذہب ہی سے بددل ہو جاتا ہے۔مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اپنے اس نظریے کو قرآن اور حدیث سے اپنی دانست میں ثابت کیا ہے، انہوں نے زمین کو ساکن ثابت کرنے کے لیے آٹھ رسالے لکھے تھے، فتاویٰ رضویہ کی جلد ۲۷ میں یہ رسائل موجود ہیں۔

ایک اور مثال پیش خدمت ہے جس کے متعلق سوال پوچھنے پر ہر مسلمان کو قادیانی (احمدی) ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔قرآن مجید کی آیت ''وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔'' کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں کہ ''یعنی عموماً تمہارا مسکن اصلی و معاد یہ زمین ہی ہے اگر خرق عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک معین مدت کے لیے اس سے اوپر اُٹھا لیا جائے مثلاً حضرت عیسیٰؑ، تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لیے زمین سے جُدا ہو کر ہوائی جہاز میں مقیم ہو یا فرض کیجیے وہیں مر جائے وہ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ کے خلاف ہو گا کیونکہ وہ اس وقت زمین پر نہیں ہو گا؟'' (تفسیر عثمانی شاہ فہد پریس مدینہ منورہ) قارئین کرام! جسے زمین کی تعریف ہی معلوم نہ ہو اُس کے خیالات کے متعلق باشعور یورپین جوان بچے کیا رائے قائم کریں گے۔کیا خوب فرما رہے ہیں کہ جہاز کا مسافر زمین میں نہیں ہوتا؟ خرق عادت اور حضرت عیسیٰؑ کا کوئی ذکر اس آیت میں ہے ہی نہیں۔اس آیت میں تمام انسان مخاطب ہیں۔

معزز قارئین! احمد رضا خان بریلوی صاحب نے بھی اس آیت کی تفسیر

میں کہہ رکھا ہے کہ ”چاہے کہ سمندر پر چلنا محال ہو کہ اس وقت بھی زمین پر قرار نہیں ہوتا لیکن ہر شخص جانتا ہے کہ سمندر پر تھوڑی دیر کے لیے چلے جانا زمین پر قرار ہونے کے منافی نہیں۔“

(ملفوظات اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی۔صفحہ ۳۸۹)

اسی طرح قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے بے شمار غیر منطقی، غیر حقیقی اور غیر اسلامی عقائد و روایات کی بھرمار بھی یورپی مسلمان نوجوانوں کو بے چین کرتی ہے۔مثلاً قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کی دو آیات ۲۶۰ اور ۲۶۱ کی تفسیر میں مفسرین نے جو کچھ لکھا ہے خاصا مضحکہ خیز اور غیر حقیقی اور غیر منطقی ہے۔ جب یورپ میں پیدا ہونے والا نوجوان، مسلم اسکالرز، مفتیان، علماء کرام کا وہ لٹریچر مطالعہ کرتا ہے جس میں ان مصنفین نے ریل، فونوگراف، تار، ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، لاؤڈ اسپیکر اور تصویر بنوانے وغیرہ وغیرہ کو کفر اور حرام قرار دیا تھا اور پھر اس حرام اور کفر کو سینے سے بھی لگا لیا گیا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل جاتی ہیں۔ابھی کل کی بات ہے مفتی منیب جو فرسودہ سائنسی ایجاد دوربین سے چاند دیکھنا اسلامی سمجھتا ہے اور جدید سائنسی ایجادات سے چاند دیکھنے کو غیر اسلامی حرام سمجھتا ہے۔ایک طرف یہ مفتی کہتا ہے کہ ننگی آنکھ سے چاند دیکھنا شریعت کے عین مطابق ہے اور دیکھتا دوربین سے ہے۔عالمی طور پر ان اماموں، مفتیوں اور علماء نے اسلام کو تماشا بنا دیا ہے۔اسی مفتی منیب نے اپنے اندر کا سائنس کے خلاف یہ کہہ کر سارا بغض نکال دیا ہے کہ ”ہم (یعنی فرقہ مولویاں) سائنس کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہیں۔“ باشعور یورپین جوان بچے اچھی طرح جانتے ہیں کہ سائنس کے جدید علم نے انسانیت کو بے حد فوائد پہنچائے ہیں اور اسلامی دنیا سائنسی علوم نہ سیکھنے کی وجہ ہی سے بنجر اور بانجھ کھیتی کا منظر پیش کر رہی ہے۔اگر کبھی کبھار اس بنجر زمین میں کوئی دلکش پھول کھلتا ہے تو بنجر دھرتی کے مالکان اس پھول کے رنگ و خوشبو سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اسے اپنی بنجر دھرتی سے باہر پھینک دیتے ہیں، پاکستان سے تعلق رکھنے والے پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام اور ملالہ یوسفزئی اس کی زندہ مثال ہیں۔باشعور یورپین جوان بچے جب یورپ اور امریکہ میں ان نایاب اور نامدار شخصیات کی قدر و منزلت دیکھتے ہیں تو بے اختیار ان کا دل پاکستانی قوم کے جاہلانہ رویوں اور خیالات پر ماتم کرنے کو چاہتا ہے۔

والدین کا دوسرا طبقہ وہ ہے جو مذہب اور مذہبی شخصیات سے اپنے بچوں کو کوسوں دور رکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مذہبی تعلیمات اور عبادات وغیرہ بچوں کی پڑھائی کو متاثر کر کے انہیں نالائق اور غیر حقیقت پسند بنا دیں گی۔ایسے بچے حقیقتاً مذہب کو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ناقابل برداشت سمجھتے ہوئے اسے اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہوئے ترک کر دیتے ہیں۔قارئین! جس طرح امت مسلمہ میں دو طرح کے مسلمان پائے جاتے ہیں جو شرک کو بھی نیکی سمجھ کر کرتے ہیں اور دوسرے وہ مسلمان ہیں جو مسنون طریقوں اور روایات کو بھی شرک سمجھتے ہیں۔یعنی مسلمانوں کی اکثریت دو انتہاؤں پر براجمان ہے اور بہت تھوڑی تعداد ہے جو ان دو انتہاؤں کے درمیان ہے۔ مثال کے لیے بریلوی، وہابی اور شیعہ کتب کا مطالعہ ضروری ہے، سعودی عرب میں اور مزاروں پر اس حقیقت کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ بالکل یہی دو انتہائیں مسلمان والدین میں بھی موجود ہیں۔جس طرح اول قسم کے مسلمان دنیاوی تعلیم اپنے بچوں کو دلا کر دین سے دور اور دنیا دار نہیں بنانا چاہتے اسی طرح وہ والدین جو اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا کر بڑے بڑے دنیاوی عہدوں پر بٹھانا چاہتے ہیں وہ مذہب کو رکاوٹ سمجھ اپنے بچوں کو اس سے دور رکھتے ہیں۔نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حد سے زیادہ مذہبی بنیاد پرست نوجوان مذہبی جنونی بن کر اپنی اصل بھول جاتے ہیں اور مذہب سے دوری اختیار کرتے ہوئے حد سے زیادہ دنیاوی تعلیم کی ڈگریاں بھی دماغ گھما دیتی ہیں۔اور ان دو انتہاؤں تک لے جانے والے والدین کا بالآخر کوئی رول نہیں رہتا، ایسے والدین آخری عمر میں آہیں بھرتے دیکھے جا سکتے ہیں، ان کے لیے نہ مذہبی بیٹے کے پاس وقت ہوتا ہے اور نہ تعلیم یافتہ بیٹے کے پاس ان کو دینے کے لیے کچھ ہوتا ہے۔بالعموم ایسی دو انتہاؤں تک اپنے بچوں کو پہنچانے والے والدین تنہا ہو جاتے ہیں۔ بچوں کو میانہ روی اختیار کروانے والے والدین بالعموم راحت کی زندگی گزارتے ہیں۔میانہ روی کو اللہ تعالیٰ اپنا فضل قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُم مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۔(سورۃ الفاطر آیت ۳۵)

ترجمہ: ”پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے جنہیں چن لیا انہیں کتاب کا وارث بنا دیا۔پس ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنے نفس کے حق میں ظالم ہیں اور ایسے بھی ہیں جو میانہ رَو ہیں اور ان میں ایسے بھی ہیں جو نیکیوں میں اللہ کے حکم سے آگے بڑھ جانے والے ہیں۔یہی ہے جو بہت بڑا فضل ہے۔“

حضرت بریدہ اسلمیؓ روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”تم درمیانی راہ اختیار کرو، درمیانی راہ اختیار کرو، درمیانی راہ اختیار کرو۔“ (مسند امام احمد بن حنبل، مستدرک امام حاکم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:''درست رہنمائی، اچھی چال اور میانہ روی نبوت کا پچیسواں جزو ہے۔'' (ابوداؤد، مسند احمد)

حضرت حذیفہ بن عان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''مومن کے لیے مناسب نہیں کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے اور وہ خود کو ایسی آزمائش ہی میں الجھائے، جو اس کے بس میں نہ ہو۔'' (ترمذی، ابن ماجہ، مسند احمد)

معزز قارئین! اس مضمون لکھنے کا مقصد وہ درد تھا جسے اس عاجز نے یورپ میں پیدا ہونے والے بچوں میں دیکھا ہے۔مغربی ممالک میں پیدا ہونے والے بچے معصوم اور بے ضرر پھول اور کلیاں ہیں جن میں دلکش خوشبو رچی بسی ہے، ان بچوں میں وہ تمام اخلاقی صلاحیتیں موجود ہیں جنہیں حاصل کرنے کے لیے عمریں گل جاتی ہیں۔والدین سے گزارش ہے کہ مغرب میں پیدا ہونے والے بچوں سے دیسی معاشرتی گندگیوں کو دور رکھیں، اگر ایسا نہ کیا گیا تو یہ بچے مذہبی جنونی بن جائیں گے اور یا پھر دہریت کی دلدل میں دھنس جائیں گے۔

گزشتہ دنوں ایک نوجوان سے پوچھا گیا کہ آپ کا سارا خاندان مسلمان ہے آپ نے اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کیوں قبول کر لی؟ اس نے فوراً جواب دیا کہ عیسائیت محبت اور انسانیت کا مذہب ہے مجھے عیسائیت قبول کر کے جو محبت اور انسانی وقار ملا اس کا عشر عشیر بھی مسلمان ہوتے ہوئے نہیں ملا، عیسائیت قبول کرنے سے سے پہلے مجھ پر کسی کی توجہ نہ تھی اور اب جو محبت نہ کرتے تھے ان کی مجھ پر توجہ کا یہ حال ہے کہ مسلمان مجھ سے شدید نفرت کرتے ہیں۔اس کا یہ بھی کہنا تھ کہ پہلے اگر نماز نہیں پڑھتا تھا تب بھی برا تھا اور اگر کبھی نماز پڑھنے چلا جاتا تو مسجد کے کرتا دھرتا اور دیگر پاک باز مجھے عجیب نظروں سے دیکھتے تھے اور کہنے والے کہہ دیتے کہ لو آج اسے بھی نماز کا خیال آ گیا، لنگر یا کسی اجتماع میں جاتا تب بھی دلشکنی ہوتی، گھر والے بھی مجھے ہی برا کہتے، عیسائیت قبول کرتے ہی، جو مسلمان مجھ سے محبت نہ کر سکے اب وہ نفرت میں بہت آگے بڑھ گئے ہیں۔

معزز قارئین! بہت بڑی تعداد مسلمان نوجوانوں کی مذہب اسلام سے دور ہٹ رہی ہے، کچھ غیر اعلانیہ دہریے ہو رہے ہیں اور کچھ جنونی بن رہے ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو اپنی اولادوں کی احسن رنگ میں تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی نوجوانوں کی دل شکنی کرنے کی بجائے ان سے دلداری کرنے اور محبت سے پیش آنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔اللہ کرے کہ والدین بچوں سے دلداری، محبت سے ایسی تربیت کرنے کی توفیق پائیں جو انہیں متقی بنائے، اچھا انسان بنائے نہ کہ سانپ اور بچھو آمین یا ربّ العالمین۔

***

اعلان برائے اشتہارات

کاروبار کی ترقی کیلئے اشتہارات کی اشاعت عصر حاضر میں کاروباری حضرات کی اہم ضرورت ہے اور پیشوا نہایت کم قیمت پر اس ضرورت کو پورا کرنے کیلئے حاضر ہے۔

قیمت اشتہارات

A4 فل سائز۔کلر	150£	بلیک اینڈ وائٹ	100 £
A4 ہاف پیج۔کلر	85£	بلیک اینڈ وائٹ	60 £
A4 کوارٹر پیج۔کلر	50£	بلیک اینڈ وائٹ	30 £

پیشوا میں اشتہارات شائع کروانے کیلئے درج ذیل فون نمبر پر رابطہ فرمائیں۔

رانا عبدالصمد خاں 07792998973

مسلمان ریاستوں میں اقلیتوں کی حالت زار (قسط-8)

برصغیر پاک و ہند

تحریر: رانا محمد حسن خاں

گزشتہ شمارہ میں محمود غزنوی کے متعلق چند تلخ حقائق کو قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔مولانا حسین احمد مدنی اور ان جیسے دیگر مولوی حضرات اور پر جوش مسلمان ہمیشہ یہ راگ الاپتے رہے ہیں اور آلاپتے چلے جا رہے ہیں کہ مسلمان بادشاہوں کے ادوار میں رعایا خوشحال تھی اور علوم دینیہ اور دیگر علوم کے دریا بہتے تھے۔انگریزوں نے خوشحالی اور علوم دینیہ اور دیگر علوم رعایا سے چھین کر انہیں ہر لحاظ سے کنگال کر دیا۔ان نام نہاد کہانی نویسوں کے دعووں کا رد بہت حد تک گزشتہ شماروں میں کیا جا چکا ہے۔محمود غزنوی اور اس کے خاندان کے بد کارنامے اور انجام کا ذکر ہو چکا ہے۔خاندان غزنویہ کا آخری حکمران خسرو ملک تھا،اس کی حکومت کا مرکز لاہور تھا۔خسرو ملک کو شہاب الدین غوری نے گرفتار کر کے فیروزکوہ کے حاکم غیاث الدین کے پاس بھیج دیا جس نے خسرو ملک اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے غزنوی سلطانوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔آیئے اب شہاب الدین غوری کے دور حکومت کا جائزہ لیتے ہیں۔

سلاطین غور کا تعلق ضحاک بادشاہ کے خاندان سے ہے۔ضحاک کو ایرانی بادشاہ فریدون نے شکست سے دوچار کر کے قتل کر دیا تھا۔بادشاہ فریدون نے ضحاک بادشاہ کے خاندان کے زیادہ تر افراد کو قتل کر دیا تھا اور جو باقی بچ رہے انہیں جلاوطن کر دیا تھا۔ضحاک بادشاہ کے خاندان کے دو بھائیوں سوری اور سام نے فریدون کے دربار سے کچھ عرصہ بسلسلہ ملازمت منسلک رہنے کے بعد نہاوند نامی علاقہ میں اپنا اثر رسوخ پیدا کیا۔سوری قبیلہ کا سردار بن گیا اور سام نے فوج کی سالاری سنبھال لی۔سام کی وفات کے بعد سام کے بیٹے شجاع اور بھائی سوری کے درمیان دوری پیدا ہو گئی اور شجاع نے غورستان پہنچ کر مستقل سکونت اختیار کر لی اور چند قلعے بھی بنا لیے۔شجاع نے تھوڑے عرصہ میں اتنی قوت حاصل کر لی کہ ایرانیوں سے لڑنے کے قابل ہو گیا اور ایرانیوں سے ایک مدت تک لڑتا رہا،اور آخر کار اسے شکست کا سامنا کرتے ہوئے ایرانیوں کی باج گزاری کو قبول کرنا پڑا۔شجاع کی وفات کے بعد غوریوں کے کئی سردار بنے۔حضرت علیؓ کے دور خلافت میں غوری سردار شنسب بن حریق نے اسلام قبول کر لیا۔اور حضرت علیؓ نے شنسب کو اپنے ہاتھ سے غوریوں کی حکومت کا فرمان لکھ کر دیا۔

ہارون الرشید کے دور خلافت میں غور کا حکمران یحییٰ بن نہاتان شنسبی تھا۔اس کا پڑپوتا محمد بن سوری،سلطان محمود غزنوی کا ہم عصر تھا۔محمد بن سوری کے اطاعت نہ کرنے پر محمود نے اسے شکست دے کر گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا اور اسکے بیٹے ابوعلی کو غور کا حاکم بنا دیا،مگر جلد ہی محمد بن سوری کے بھتیجے عباس نے ابوعلی کو زبردستی اقتدار سے الگ کر کے غور کی حکمرانی حاصل کر لی۔

عباس کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ نہایت ظالم اور شقی القلب حکمران تھا۔تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ”اس کے ظلم اور برے اعمال کی سزا قدرت نے یہ دی کہ سات برس تک غورستان میں پانی کا ایک قطرہ نہ برسا۔اس خشک سالی کی وجہ سے ہزارہا انسان بھوکے پیاسے مر گئے۔“

عباس کو ابراہیم غزنوی نے شکست دے کر گرفتار کر لیا اور اسکے بیٹے محمد کو غور کا حاکم بنا دیا۔محمد کا بیٹا قطب الدین حسن ایک جنگ میں مارا گیا اور غور کی حکمرانی مکمل طور پر غزنویوں کے پاس چلی گئی۔قطب الدین حسن کا بیٹا سام جو کہ ہندوستان فرار ہو گیا تھا،واپس غور آتے ہوئے دریا میں بیوی بچوں سمیت دریا میں ڈوب کر مر گیا سوائے ایک بیٹے اعزالدین حسن کے۔اعزالدین حسن سات برس چوری کے جرم میں جیل میں رہا،سزائے موت سنائی گئی مگر شدید مشکلات کے بعد سلطان ابراہیم غزنوی تک اس کی رسائی ممکن ہوئی۔سلطان ابراہیم اس کی داستان سن کر متاثر ہوا اور اسے نا صرف امیر حاجب مقرر کیا بلکہ اپنے ایک عزیز کی بیٹی سے اسکی شادی بھی کر دی۔جس کے بطن سے اس کے سات بیٹے پیدا ہوئے۔اعزالدین حسن کے ایک بیٹے قطب الدین محمد بہرام شاہ غزنوی کا داماد تھا۔قطب الدین نے فوجی ساز وسامان جمع کر کے غزنی پر حملے کا ارادہ کیا جس کی خبر اس کے سسر بہرام شاہ غزنوی کو ہو گئی اور اس نے بہانے سے غزنی بلا کر اپنے داماد کو قید کر دیا،بعد ازاں زہر دے کر اسے قتل کر دیا۔قطب الدین محمد کا قتل،غزنوی اور غوری خاندانوں کے درمیان دشمنی کا نقطہ آغاز بن گیا۔دونوں ک خاندان ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔

قطب الدین محمد کے قتل کے بعد اس کے بھائی سیف الدین سوری نے جوش انتقام میں غزنی پر قبضہ کر کے بہرام کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔مگر سردیوں کے موسم میں بہرام غزنوی نے غزنی پر دوبارہ قبضہ کر کے سیف الدین سوری کو

گرفتار کرلیا، اسے اور اسکے وزیر مجد الدین کا منہ کالا کر کے گدھے پر بٹھایا اور بہت ذلیل کر کے قتل کر دیا۔ سیف الدین سوری پہلا غوری سردار تھا جس نے اپنے لیے سلطان کا لقب استعمال کیا۔

سیف الدین سوری کی موت کے بعد اعز الدین کے مشہور زمانہ بیٹے علاؤالدین نے اپنی جہاں سوزی سے غوری خاندان کا نام مشہور کر دیا۔ اس غزنی پر قبضہ کیا اور جنون انتقام میں غزنی خاندان کے چند سلاطین کو چھوڑ کر تمام آل سبکتگین کی قبریں کھدوائیں اور ان کی ہڈیوں کو نذر آتش کیا۔ علاؤالدین نے اپنے بھائی بہاؤالدین کے دونوں بیٹوں غیاث الدین اور شہاب الدین کو سنجر کی حکومت عطا کی۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد حاسدوں نے اسے بھتیجوں سے بدظن کر دیا اور اس نے دونوں بھائیوں کو قید میں ڈال دیا۔ اور سرکش اتنا ہو گیا کہ سلطان سنجر کی اطاعت سے نکل کر کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار سلطان سنجر کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہوا اور لمبا عرصہ قید میں رہا بعد ازاں اس پر رحم کرتے ہوئے اسے غورستان کا حاکم بنا دیا۔ ۵۵۱ھ میں اس کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا سیف الدین حکمران ہوا۔ اقتدار سنبھالتے ہی اس نے اپنے چچیرے بھائیوں غیاث الدین اور شہاب الدین کو رہا کر کے سنجر کا حاکم بنا دیا۔ ایک برس چند مہینے بعد سیف الدین کو ایک لشکری نے قتل کر دیا۔ غیاث الدین غوری حاکم سنجر نے اقتدار سنبھال لیا اور اپنے بھائی شہاب الدین غوری حاکم غورستان کو اپنا سپاہ سالار بنا لیا۔

۵۶۷ھ میں غیاث الدین غوری نے غزنی کو فتح کر کے غورستان کا ایک صوبہ بنا لیا اور اس کی حکومت شہاب الدین غوری کے سپرد کر دی۔ ۵۷۲ھ میں اپنے تمام دشمنوں ٹھکانے لگا کر اور اندرونی سازشوں کا خاتمہ کر کے غیاث الدین غوری کے کہنے پر شہاب الدین غوری پہلی مرتبہ ہندوستان میں داخل ہوا اور ملتان کو قرامطہ فرقے کی سرکوبی کے نام پر تاراج کیا اور اچھ قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب قلعہ کے اندر داخل ہونا ممکن دکھائی نہ دیا تو شہاب الدین غوری نے یہ چال چلی کہ راجہ اچھ کی رانی کو پیغام بھجوایا کہ اگر اس کی مدد سے قلعہ فتح ہوا تو میں تمہیں اپنی ملکہ بناؤں گا۔ رانی نے جواب میں پیغام بھجوایا کہ میری عمر ایسی نہیں کہ تجھ جیسے بادشاہ کی ملکہ بنوں، میری بیٹی جوان ہے اگر اسے اپنی ملکہ بنانے کے لیے تیار ہو تو مدد کے لیے تیار ہوں۔ بادشاہ کی رضامندی پر رانی نے راجہ کو قتل کر کے قلعہ کے دروازے کھول دیے۔ ماں بیٹی سے اسلام قبول کروا کر رانی کی بیٹی سے نکاح کر لیا مگر دونوں ماں بیٹی کسمپرسی کی حالت یکے بعد دیگرے مر گئیں۔ شہاب الدین غوری نے حسب وعدہ انہیں قبول تو کر لیا تھا مگر دلی طور پر ان سے اس وجہ سے نفرت کرتا تھا کہ انہوں نے راجہ کے ساتھ بیوفائی کی تھی اور اسی وجہ سے ان پر اعتبار بھی نہ کرتا تھا۔ یہ واقع حالات و واقعات اور تاریخی حقائق کے تناظر میں جھوٹ لگتا ہے۔

۵۷۴ھ میں شہاب الدین غوری دوبارہ ملتان اور اچھ سے ہوتا ہوا گجرات پر حملہ آور ہوا۔ گجرات کے حاکم رائے بھیم دیو نے شہاب الدین غوری کو بدترین شکست سے دوچار کر کے بھگا دیا۔ اس جنگ میں بہت بڑی تعداد میں مسلمانوں کی جان گئی۔ ۵۷۵ھ میں پھر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور پشاور کے چند مقامات پر قبضہ کر لیا اور لاہور کو چھوڑ دیا۔ ۵۷۶ھ کو سندھ پر حملہ آور ہوا اور اسے تاراج کیا۔ بے شمار دولت لوٹ کر واپس غزنی لوٹ گیا۔ سندھ سے لوٹی رقم جب ۵۸۰ھ میں کم ہو گئی تو شہاب الدین غوری نے لاہور پر چڑھائی کر کے اسے اور اس کے گرد و پیش کے علاقوں کو جی بھر کر لوٹا۔ اور لوٹ کا مال سمیٹ کر غزنی لوٹ گیا۔ ۵۸۲ھ میں شہاب الدین غوری پھر ہندوستان میں داخل ہوا اور خسرو ملک سے لاہور چھین لیا اور غزنی خاندان کا خسرو ملک اور اسکے بیٹے کی موت کے بعد برائے نام بھی خاتمہ کر دیا۔

۵۸۷ھ میں شہاب الدین غوری پھر ہندوستان میں داخل ہوا۔ اس بار اس کا شکار بڑے بڑے راجاؤں کا مرکزی اور مذہبی شہر بٹھنڈہ بنا۔ بٹھنڈہ قلعہ کا راجہ اجمیر کے قبضہ میں تھا اس شہر کو فتح کر کے شہاب الدین اسے لوٹ کر واپس غزنی جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ رائے پتھورا پرتھوی راج اپنے بھائی اور دیگر راجاؤں سے مل کر بٹھنڈا قلعہ کو آزاد کروانے کے لیے سازش کر رہا ہے۔ یہ خبر سن کر شہاب الدین، پرتھوی راج چوہان کو سبق سکھانے کے لیے موضوع ترائن جسے اب تراوڑی کہا جاتا ہے پہنچا۔ میدان جنگ دریائے سرسوتی کے کنارے سجا۔ دونوں فوجوں کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی، اس جنگ میں پرتھوی راج نے فتح حاصل کی۔ بہادر راجپوتوں نے نا صرف شہاب الدین کے افغانی اور خلجی امراء کو میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور کر دیا بلکہ رائے پتھورا پرتھوی راج کے بھائی کھانڈے رائے نے شہاب الدین غوری سے دو بدو لڑتے ہوئے اسے شدید زخمی کر دیا۔ رات کے اندھیرے میں زخمی شہاب الدین غوری کو اس کی فوج کے سپاہی اُٹھا کر لے گئے۔ ترائن کی لڑائی ہارنے کے بعد زخموں سے چور سلطان غزنی واپس چلا گیا اور غزنی پہنچ کر سلطان نے میدان جنگ سے فرار ہونے والے امراء کی گردنوں میں توبروں میں کچے جَو بھروا کر لٹکا دیے، اور حکم دیا کہ جو توبروں میں بھرے کچے جو کھا لے اسے چھوڑ دیا جائے اور جو نہ کھائے اسے قتل کر دیا جائے۔ امراء نے شہر کی گلیوں

میں پھرتے ہوئے جو کھائے۔

اگلے برس یعنی ۵۸۷ھ میں پرتھوی راج سے شکست کا بدلہ لینے کے لیے شہاب الدین غوری ہندوستان پہنچا۔ ترائن کی دوسری لڑائی سے پہلے غوری نے ان امراء کو معاف کر دیا جن سے وہ بدظن تھا۔ غوری نے ہندوستانی فوج پر اس وقت حملہ کیا جب ہندوستانی سپاہی صبح کے وقت رفع حاجت اور نہانے دھونے میں مصروف تھے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی شام تک ہندوستانی فوج کا پلہ بھاری رہا، دونوں افواج کے لاکھوں فوجی مارے گئے۔ مختصر یہ کہ اس جنگ میں شہاب الدین غوری کو فتح نصیب ہوئی۔ پرتھوی راج چوہان اور کھانڈے رائے بہادری سے لڑتے ہوئے مارے گئے۔ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ہندو سرداروں کو قتل کرنے کے بعد سلطان اجمیر پہنچا اور اس کے نواح پر حملہ کر کے بہت سے لوگوں کو گرفتار کیا۔ قطب الدین ایبک کو کہرام کا حاکم مقرر کیا اور اور خود شمالی ہندوستان کے کوہستانی علاقوں کی غارت گری میں مشغول ہوا، ان علاقوں کو تباہ کر کے غزنی واپس آ گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد شہاب الدین غوری پھر ہندوستان میں داخلہ داخل ہوا۔ اس بار اس نے قنوج کا راستہ لیا۔ بنارس کے راجہ جے چند نے اس کا جم کر مقابلہ کیا مگر شکست سے دوچار ہوا۔ شہاب الدین غوری حصار اسنی شہر میں داخل ہوا جہاں جے چند کی رہائش تھی، یہاں کے تمام مال و متاع پر قبضہ کرنے بعد سلطان نے بنارس کی طرف کوچ کیا۔ قاسم فرشتہ نے لکھا ہے کہ ”یہاں پہنچ کر اس نے ایک ہزار مندروں کو اس غرض سے مسمار کیا کہ مسلمانوں کے رہنے کے لیے مکان بنائے جا سکیں۔“

۵۹۲ھ میں شہاب الدین نے پھر جنگ کرنے ٹھانی اور ہندوستان کے علاقہ بیانہ میں قتل و غارت اور لوٹ مار کے بعد واپس غزنی چلا گیا۔ اپنے بھائی غیاث الدین کی موت کے بعد شہاب الدین غوری غزنی میں شاہی تخت پر بیٹھا ۶۰۰ھ میں خوارزم شاہ پر حملہ کر دیا۔ خوارزم شاہ قلعہ بند ہو کر قرا بیگ اور بادشاہ سمرقند شاہ عثمان کا انتظار کرتے ہوئے شہابالدین کو الجھائے رکھا۔ شہاب الدین کو جب اس بات کا علم ہوا تو بقول قاسم فرشتہ ”ان دونوں (قرا بیگ اور بادشاہ سمرقند شاہ عثمان) سے خوف زدہ ہو کر اس نے (شہاب الدین غوری) اپنی ضرورت سے زیادہ سامان و اسباب کو آگ لگا دی اور خراسان کی طرف بھاگ نکلا۔ خوارزم شاہ نے شہاب الدین کا پیچھا کیا، معرکہ آرائی میں شہاب الدین کو شکست ہوئی، اور یہ شیر غورستان اپنے ہاتھی، گھوڑے اور خزانہ چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گیا۔“ سب کچھ گنوا کر غزنی کی طرف لوٹ گیا۔ مگر غزنی میں شہاب الدین کے غلام ایلدگز نے قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ اس نے سلطان کو غزنی میں آنے سے روک دیا، اور لڑائی کے لیے تیار ہو گیا۔ حالات کی نزاکت بھانپتے ہوئے شہاب الدین ملتان چلا مگر وہاں بھی اس کے غلام قطب الدین ایبک نے ملتان کے کوتوال امیر داد حسن کو دھوکے سے قتل کر کے ملتان پر قبضہ کر لیا ہے، اور اس نے خوارزم شاہ کے ہاتھوں شہاب الدین کے مرنے کا اعلان کر دیا ہئ اس جھوٹی خبر کو سن کر گکھروں کے سردار نے لاہور پر حملہ کر دیا ہے۔ شہاب الدین نے قطب الدین کو گرفتار کر لیا اور گکھروں کو سزا دے کر غزنی پہنچا اس کے غلام ایلدگز نے معافی مانگ کر جاں بخشی کروالی۔

۶۰۲ھ میں شہاب لدین نے ارادہ کیا کہ ترکستان کی غیر مسلم آبادی پر حملہ کرے۔ اس غرض سے سلطان نے کوچ کیا اور دریائے سندھ کے کنارے قیام کیا۔ یہیں بیس گکھروں کے گروہ نے شہاب الدین غوری کو خنجروں اور چھروں کے وار کر کے قتل کر دیا۔ شہاب الدین کی لاش کو جب غزنی لے جایا گیا تو قافلے میں وہ چار ہزار اونٹ بھی تھے جن پر لوٹ کا مال یعنی شاہی خزانہ لدا تھا۔ مورخین کے مطابق غزنی کا خزانہ بے شمار روپے اور اشرفیوں سے معمور تھا۔ بہت سے دوسرے جواہرات کے علاوہ خزانے میں پانچ سو من الماس بھی تھے۔ شہاب الدین غوری کی صرف ایک بیٹی تھی اس لیے اقتدار خاندان غلاماں کے ہاتھوں میں چلا گیا۔

معزز قارئین! نہایت مختصر طور پر شہاب الدین غوری کے کارناموں کو بیان کیا گیا ہے۔ شہاب الدین غوری کے متعلق تواریخ میں یہ جو لکھا ہے کہ وہ ایک خدا ترس، رحم دل اور اور انصاف پسند بادشاہ تھا میرے خیال میں تاریخ دانوں نے بڑی مہارت کا ثبوت دیتے ہوئے طنز کیا ہے۔ سالانہ لاکھوں لوگوں کی ہلاکت کا باعث بننے والے شخص کے گلے میں کیونکر خدا ترسی، رحم دلی اور انصاف پسندی کا تمغہ ڈالا جا سکتا ہے۔ اور یہ بھی تاریخ دانوں نے لکھا ہے کہ شہاب الدین غوری عالموں کی صحبت کو پسند کرتا تھا۔ اگر صالحین کی صحبت کے باوجود شہاب الدین غوری ہندوستان میں داخل ہو کر لوٹ مار اور قتل و غارت نیز ہندوؤں کے مندر مسمار کرنے سے باز نہیں آیا تو نام نہاد صالحین پر بھی الزام آئے گا کہ وہ سلطان کے شریک کار تھے۔ مورخوں نے کوئی ایک بھی مثال اس کی خدا ترسی، رحم دلی اور انصاف پسندی کی نہیں دی ہے۔ رعایا کی زبوں حالی کا بھی کہیں تذکرہ نہیں ملتا۔ اگر کہیں اس کی فیاضی اور رحم دلی کا ذکر ہے تو وہ صرف امراء اور اس کی خواہشات پوری کرنے والے فوجی افسران تھے۔

شہاب الدین غوری کے قذاق قبیلے گکھروں کے ہاتھوں مارے جانے

کے بعد اس کا بھتیجا محمود جانشین بنا۔محمود نہایت نالائق بادشاہ ثابت ہوا۔حکومت کا شیرازہ بکھر گیا۔شہاب الدین غوری کے منظورِ نظر غلاموں نے سلطنت کو آپس میں بانٹ لیا۔ شہاب الدین کے چہیتے غلام قطب الدین ایبک (اس کے بھائیوں نے اسے بیچ دیا تھا۔) نے دہلی اور ہندوستان کے دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ شہاب الدین کے ایک اور غلام یلدیز نے غزنی لے لیا۔اس غلام کو شاہ خوارزم نے نکال باہر کیا۔ایک اور شہاب الدین کے غلام نذیر الدین نے سندھ اور ملتان پر اقتدار حاصل کر لیا۔

قطب الدین ایبک چار برس تک دہلی کے گردو نواح پر حکومت کرنے کے بعد وفات پا گیا۔اس کی موت کے بعد اس کا بیٹا آرام شاہ تختِ دہلی پر بیٹھا لیکن ایک سال بعد ہی اس کے بہنوئی شمس الدین التمش نے آرام شاہ کو قتل کر دیا اور تختِ دہلی چھین لیا۔ سلطان شہاب الدین غوری کے ایک دوسرے غلام نذیر الدین کو چنگیز خان نے عبرت ناک شکست دی اور سندھ اور ملتان کو تاخت و تاراج کر دیا۔موقع کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے شمس الدین التمش نے سندھ اور ملتان پر قبضہ کر لیا۔ مالوہ اور بہار پر بھی قبضہ کر کے شمس الدین التمش ہندوستان کا بادشاہ بن گیا۔ چار سال حکومت کرنے کے بعد مر گیا۔اسکی موت کے بعد اس کا بیٹا رکن الدین تخت نشین ہوا۔تخت نشینی کے چند ماہ بعد اس کی بہن رضیہ سلطانہ نے اسے معزول کر کے قتل کر دیا اور ہندوستان کی حکومت سنبھال لی۔ مورخوں کے مطابق رضیہ سلطانہ کی بدکرداری کی وجہ سے امراء مشتعل ہو گئے تھے۔کہا جاتا ہے کہ رضیہ سلطانہ کا ایک حبشی غلام جمال الدین یاقوت سے معاشقہ تھا۔بٹھنڈہ کے حاکم اختیار الدین التونیہ نے بغاوت کر دی اور رضیہ سلطانہ کو شکست دے کر گرفتار کر کے بٹھنڈہ لے گیا اور حبشی غلام یاقوت کو قتل کر دیا گیا۔دورانِ قید اس کا التونیہ سے معاشقہ ہو گیا۔اور رضیہ سلطانہ نے اس سے شادی کر لی۔شادی کے بعد دونوں دہلی پر قبضہ کے لیے روانہ ہوئے مگر انہیں شکست ہوئی اور دونوں مارے گئے۔ اس وقت معزالدین بہرام شاہ ،رضیہ سلطانہ کا بھائی بادشاہ بنا۔اسے بھی جلد قتل کر دیا گیا اور رکن الدین کے بیٹے علاء الدین مسعود کو بادشاہ بنایا گیا اسے بھی پانچ برس بعد قتل کر دیا گیا۔ پھر شمس الدین التمش کے پوتے نذیر الدین محمود کو جو معزالدین بہرام کا بیٹا تھا تخت نشین کیا گیا۔نذیر الدین،سلطان شمس الدین التمش کے خاندان کا آخری بادشاہ ثابت ہوا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔غیاث الدین بلبن جو اس کا غلام تھا اس نے اس کی موت کے بعد اقتدار پر قبضہ کر لیا۔معزز قارئین! جس طرح یہ بادشاہ ایک دوسرے سے جانوروں کی طرح لڑتے رہے اور ہندوستانیوں کو لوٹتے اور ان کا لہو بے دریغ بہاتے رہے،کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ نالائق بادشاہ رعایا کے حقوق ادا کرنے والے تھے۔ویسے بھی جو اقتدار کے لیے اپنے سگے بھائیوں تک کو قتل کرنے سے گریز نہ کرتے ہوں کیونکر اپنی رعایا کی معاشی،جسمانی اور علمی ضروریات پوری کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

قارئین انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں علاؤ الدین خلجی کی کہانی پیش کی جائے گی۔ ***

”مردار خور اور شیطان کے بھی باپ“

۱۱ نومبر ۲۰۱۶ء کو دلیل نامی میگزین میں جناب خالد ایم خان اپنے کالم محسن کُش میں لکھتے ہیں کہ ”پیٹ پھٹنے کو ہیں لیکن ہم کھائے ہی چلے جا رہے ہیں، ہماری ہوس ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی جتنا کھاتے چلے جا رہے ہیں بھوک بھی مزید بڑھتی چلی جا رہی ہے، اس بھوک نے ہمیں آہستہ آہستہ خون آشام درندہ بنا دیا ہے اب ہم اپنے ہی لوگوں کا خون پینے سے بھی دریغ نہیں کرتے، کھوتے، کُتے تو ہم پہلے ہی کھا چکے ہیں بس کمی تھی تو صرف حضرت انسان کی جس کا گوشت بھی اب ہم نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں، ہم لوگ مردار خور ہو چکے ہیں، حرام خور ہو چکے ہیں، اپنے چہروں پر معصومیت کا خول چڑھائے اندر سے شیطان کے بھی باپ ہیں ہم، ہمیں فطرتاً کمینہ بنا دیا گیا ہے، شروع دن ہی سے (پاکستان میں) ہمیں احسان فراموشی کا سبق پڑھایا گیا ہے، ہم سب سے پہلے گلا اُسی کا کاٹتے ہیں جس نے ہم پر احسانات کئے ہوتے ہیں۔ستا گر نہیں یقین تو اُٹھا کر دیکھ لیں اپنی تاریخ کہ ستر سالوں میں ہم نے کیا کیا؟ اپنے محسنوں کے ساتھ کس کس انداز میں استحصال کیا ہم لوگوں نے اپنے محسنوں کا، جنھوں نے اپنا سب کچھ تیاگ کر اس ملک اور قوم کی بھلائی کے لئے اپنے دن اور رات وقف کر دئے ہم نے کیا کیا اُن کے ساتھ؟

جنرل مشرف نے دنیا کے استعماری ٹولے کے کہنے پر پاکستانیوں کا ایسا برین واش کیا کہ سب کو یقین ہو گیا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر سے بڑا پاکستان کا مجرم کوئی اور نہیں، ہیرو ایک دم زیرہ ہو گیا، آج کہاں گئی وہ دولت جو ڈاکٹر قدیر نے کمائی تھی جو شخص آج قربانی جیسے فریضے کی انجام دہی سے محروم ہے پڑوسیوں کے ہاں سے آنے والے گوشت پر گزارا کر کے صبر و شکر بجا لاتا ہے۔‘ آخر کیوں یہود و ہنود کے کہنے پر ڈاکٹر عبدالقدیر جیسے قوم کے ہیرو کو قربانی کا بکرا بنایا گیا، کیوں ہم نے اپنے ہی محسن کی کمر میں خنجر گھونپ دیا۔

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service. We are able to cater for any number of guests our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request. The Complete Catering wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

- Authentic Asian Catering
- Welcome Drinks Reception(Exotic Fresh Juices)
- Unlimited Soft Drinks Juices Throughout the day
- Cutlery Crockery Glassware
- Linen TableclothesNapkins
- Professional Uniformed Waitress Staff
- Event ManagerWedding coordinator
- Kitchen StaffPorters
- Complete Peace of mind

For further assistance please contact:

Tel. 02036747909, Mob:07792998973

2 london Road, SM4 5BQ Morden, surrey

پیشوا میں اشتہارات دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیں

پیشوا انٹرنیشنل لندن
نیوز ڈیسک

پارکر نامی مصنوعی سیارے کا سفرِ سورج!!

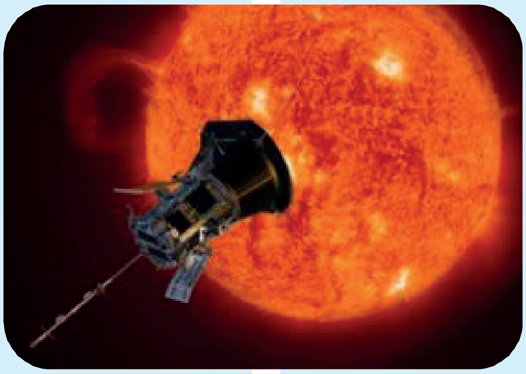

امریکی خلائی ایجنسی ناسا نے پہلی بار سورج کا انتہائی قریب سے مشاہدہ کرنے کے لیے ایک سیٹلائیٹ روانہ کردیا ہے۔ ۱۲ اگست ۲۰۱۸ء کو فلوریڈ سے پارکر نامی خلائی تحقیقاتی سیٹلائیٹ سورج کی جانب بھیجا گیا۔ پارکر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوگیا ہے کہ وہ انسانی تاریخ میں سب سے تیزرفتار مصنوعی سیارہ ہے اوراس کے علاوہ ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ کسی مصنوعی سیارہ کا نام حیات سائنسدان کے نام پر رکھا گیا ہو۔

91 سالہ ماہرفلکیات ایوجین پارکر نے پہلی بار 1958ء میں شمسی ہوا کے بارے میں بتایا تھا۔ یونیورسٹی آف شکاگو کے پروفیسر ایوجین پارکر نے فلوریڈا میں مصنوعی سیارے کی روانگی کی مناظر کو دیکھتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا اور کہا کہ آئندہ کئی برس تک ہمیں کچھ سیکھنے کو ملے گا۔

پارکر سٹیلائیٹ سورج کے گردچکر لگاتے ہوئے معلومات ارسال کرے گا جس سے سورج کے بارے میں عرصے سے پائی جانے والی پراسراریت اور اس کی صلاحیتوں کے علاوہ شمسی ہواؤں کے بارے میں تحقیق کرے گا۔

خلائی مشن کو ڈیلٹا فور راکٹ کے ذریعے مقامی وقت کے مطابق رات 31.3 منٹ پر روانہ کیا گیا۔ خلائی مشن کو ایک دن پہلے روانہ کیا جانا تھا لیکن روانگی سے پہلے کچھ تکنیکی مسائل کی وجہ سے روانہ نہیں کیا جاسکا۔ ناسا نے خلائی مشن کی روانگی کے ایک دن بعد تصدیق کی کہ خلائی جہاز کامیابی سے راکٹ سے الگ ہوگیا ہے اور اب اپنے مدار میں سفر کررہا ہے۔

مصنوعی سیارہ پارکر آئندہ سات برس یعنی ۲۰۲۵ء تک سورج کے گرد 24 چکر لگائے گا اور اس دوران سورج سے اٹھنے والی شعاعوں کا مشاہدہ کرے گا جس کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ زمین پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ ناسا کے مطابق پارکر نامی تحقیقاتی سیٹلائیٹ پر ڈیڑھ ارب ڈالر لاگت آئی ہے اور اس دوران پارکر کو ایک ہزار تین سو ستر سینٹی گریڈ یا دو ہزار پانچ سو فارن ہائیٹ درجہ حرارت کا سامنا کرنا پڑے گا لیکن اس پر نصف خصوصی شیٹ کی وجہ سے آلات کو نقصان نہیں پہنچے گا۔ تمام سائنسی آلات خصوصی شیٹ کے مرکزی سایے کے درمیان پڑے ہونے کی وجہ سے سورج سے آنے والی خطرناک شعاؤں سے محفوظ رہیں گے۔ اگر یہ خصوصی شیٹ مصنوعی سیارے اور سورج کے درمیان نہ ہوتو ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں مصنوعی سیارے کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ یادرہے کہ خصوصی شیٹ کی موٹائی ساڑھے چار انچ یا گیارہ اعشاریہ ۴۳ سینٹی میٹر ہے۔

اس سے پہلے 1976 میں سورج پر تحقیق کے لیے بھیجا گیا مصنوعی سیارہ سورج سے تقریباً چار کروڑ 30 لاکھ کلومیٹر کے فاصلے پر رہا تھا۔ سائنس کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کوئی مصنوعی سیارہ معلومات حاصل کرنے کے لیے سورج کی باریک فضا میں چھ لاکھ نوے ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے جائے گا جہاں اس کا سورج کی سطح سے فاصلہ صرف تقریباً 61 لاکھ کلومیٹر ہوگا۔ جان ہاپکنز لیبارٹری سے منسلک ڈاکٹر نکی فوکس نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو لگے کہ یہ مصنوعی سیارہ سورج سے زیادہ نزدیک نہیں ہے تو اس طرح سے سوچیں کہ سورج اور زمین ایک دوسرے سے ایک میٹر دور ہیں اور مصنوعی سیارہ سورج سے صرف چار سینٹی میٹر دور ہوگا۔ جس طرح سورج کی روشنی آٹھ منٹ میں زمین پر پہنچتی ہے اسی طرح مصنوعی سیارے سے جاری ہونے والا ریڈیو سگنل آٹھ منٹ بعد زمین پر سنا جا سکے گا۔ انسانی تاریخ میں پارکر سیٹلائیٹ سب سے تیز رفتار مصنوعی سیارہ ہے جو کہ چھ لاکھ 90 ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر کرے گا جس کا مطلب ہے کہ نیویارک اور ٹوکیو کے درمیان فاصلہ ایک منٹ سے بھی کم میں طے ہوگا۔ اور یا پھر فلاڈیلفیا اور واشنگٹن ڈی سی کا سفر ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں طے ہوگا۔

مصنوعی سیارے پارکر کے نچلے حصے میں ایک میموری کارڈ بھی آویزاں کیا گیا ہے۔ جس میں ایک اعشاریہ ایک ملین افراد کے نام لکھے ہیں۔ اس کارڈ میں ماہرفلکیات ایوجین پارکر کی تصویر اور انکے کارنامے اور سائنسی پیشگوئیاں بھی موجود ہیں۔

’ذکر حلال پر بھی ہے فتویٰ حرام کا‘‘

(محترمہ نادرہ مہرنواز صاحبہ کے کالم سے انتخاب)

مولوی حضرات یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ شریعت میں درج حرام اشیاء کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور مسلم عوام اس دعوے کو بلا کسی تحقیق کے مستند مانتے ہیں۔ حالانکہ بحیثیت مسلمان ان پر لازم ہے کہ وہ اس دعوے کی تصدیق کریں کیونکہ اس کا اثر ان کی روزمرہ کی زندگی پر براہ راست پڑ رہا ہے۔ ایک سوال جوان سب کے لئے بہت اہم ہے وہ یہ کہ کیا واقعی شریعت میں درج تمام حرام اشیاء کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے یا اس فہرست کا بیشتر حصہ انسانی خودساختہ ہے۔

اب بات کرتے ہیں خمر کی، یعنی نشے کی۔ خمر کو ہم عام طور پر شراب، الکحل اور دوسری منشیات سے لیتے ہیں۔ یعنی یہاں بھی صرف کھانے پینے ہی تعلق جوڑا جاتا ہے۔ خمر یعنی نشہ دولت کا بھی ہوسکتا ہے اور طاقت کا بھی۔ حسن کا بھی اور اپنی اونچی ذات کا بھی۔ اور خمر حرام ہی ہے۔ خمر کا مطلب ہے پردہ ڈالنا یعنی ہر وہ چیز جو آپ کی عقل پر پردہ ڈال دے، جس کے زیراثر آکر آپ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھے ہیں یا دوسروں کی عزت، وقار اور کردار کی توہین کرتے ہیں آپ پر حرام ہے۔ لیکن معززین آپ یہ بھی تو جانتے ہی ہوں گے کہ حلال حرام صرف کھنے پینے کی چیزوں تک ہی محدود نہیں ہے۔ کچھ اور بھی ہے جو حرام ہے۔ وہ لقمہ جو آپ نے کسی اور کے دہن سے چھین کر اپنے منہ میں ڈالا ہے وہ تو حرام ہے ہی لیکن وہ پیسہ جو آپ کا نہیں ہے لیکن آپ کے پاس ہے۔ وہ رقم جو آپ نے ٹیکس میں گھپلا کرکے بچائی ہے۔ وہ رشوت جو آپ نے حق سمجھ کر لی ہے۔ حرام ہے۔ یتیم کا مال اور بیوہ کی چادر بھی آپ پر حرام ہے۔ عجیب دوغلے پن کا عالم ہے بینک کا سود حرام ہے لیکن بینک کی نوکری حلال۔ کمیشن اور کک بیکس حلال۔ رشوت دے کر فائلوں کو پہیے لگا کر کام کروانا، لوگوں کی زمینوں پر زبردستی قبضہ کرنا لیکن ساتھ میں ایک مسجد بنا دینا کیا سب حلال کر دیتا ہے؟ منشیات بیچنا، جعلی دوائیں بنانا، ملاوٹ والی چیزیں اصلی بنا کر پیش کرنا، لوگوں کو دھوکہ دینا اور جھوٹی گواہیاں دینا یہ سب بھی تو حرام ہے۔ ہے نا؟ اور وہ جو جھوٹ بول کر آپ کسی معصوم لڑکی کی زندگی سے کھیلتے ہیں پھر اسے بلیک میل کرتے ہیں وہ بھی اتنا ہی حرام ہے جتنا بہتا ہوا خون پینا۔ وہ جو لڑکی دفتر میں کام کرنے آئی ہے حالات سے مجبور ہو کر یا اپنے شوق کی خاطر وہ ہرگز آپ کی دلبستگی کا سامان نہیں ہے۔ آپ کا ارادہ تو کیا آپ کی ایسی سوچ بھی حلال نہیں۔ مغربی مما لک میں رہنے والے دیسی لوگ خوب جانتے ہیں کہ حکومت کو کیسے دھوکہ دینا ہے۔ فلاحی ریاستوں میں شہریوں کی ذمہ داری حکومت لیتی ہے۔ بیماری کی رخصت لے کر ویلفیئر لینا اور ساتھ ہی چھپ چھپا کر کام کرنا اور پیسے لینا ان کے لئے حلال سہی لیکن یہ ہے حرام، اتنا ہی جتنا خنزیر کا گوشت۔

فلاحی ریاستوں میں طلاق یافتہ خاتون یا اکیلی ماں یعنی سنگل مدر کو اضافی مراعات ملتی ہیں۔ دیسی بھائیوں نے سوچا ہمیں بھی استفادہ کرنا چاہیے۔ اب کاغذوں میں ان کے بیچ علیحدگی ظاہر کر دی گئی لیکن ساتھ رہتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی اور شرعی طلاق نہیں دی۔ اس قسم کی دھوکہ دہی میں خواتین بھی شریک ہیں۔ صاحبان یہ بھی ایسا ہی جیسے آپ مردار کھا رہے ہیں۔ نیو ایئر اور ویلنٹائن ڈے منانا حرام ہے لیکن ایک کم عمر بچی کو خرید کے اس سے شادی کرنا عین حلال۔ کسی غیر مسلم لڑکی کو اغوا کر کے اسے زبردستی مسلمان کر کے اس سے نکاح کرنا آپ کے نزدیک نہ صرف حلال ہے بلکہ عین ثواب بھی ہے۔ عورت اپنی زندگی کا ساتھی چنے تو حرام لیکن مرد کو کئی بیویاں اور ساتھ میں لونڈیاں بھی حلال۔ نکاح کو پوشیدہ رکھنا بھی آپ کے لئے حلال نہیں ہے۔

اللہ نے تو صرف چار اقسام کی اشیاء کو کھانا حرام قرار دیا ہے۔ لیکن مولوی حضرات اپنی فہرست کو طویل کیے دے رہے ہیں۔ دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن نے جن کو حرام قرار دیا ہے وہ بنیادی اشیاء ہیں اور ان کے علاوہ جو دوسری اشیاء ہیں ان کو احادیث کی رو سے حرام قرار دیا گیا ہے یعنی بقول ان کے رسول اللہ نے ان کو حرام قرار دیا ہے۔ اب کون بحث کرے کون ثبوت مانگے۔ اس قسم کی مذہبی انتہا پسندی، دین سے ناواقفیت اور اجتماعی منافقت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اب کوئی کچھ کہتے ہوئے بھی ڈرتا ہے۔ لوگ سوال کرنا بھول چکے ہیں۔ سوچنے تک پر پابندی ہے چہ جائیکہ کوئی سوال اٹھائے۔ ذکر حلال پر بھی ہے فتویٰ حرام کا۔

***

’’خلافت کی دینے لگا میں دُہائی‘‘

تحریر:
جہانگیر خاں-لندن

یکم مئی ۲۰۱۹ء کو اوریا مقبول جان کا ایک مضمون خلافت کا نظام: طریقِ کار نامی روزنامہ نوائے وقت میں شائع ہوا تھا۔اس مضمون کے جواب میں مشہور صحافی جناب سجاد میر صاحب لکھتے ہیں:

شاید میری قسمت میں رب ذوالجلال نے یہ لکھ رکھا ہے کہ میں اہل ایمان سے مباحثہ کرتا رہوں۔ اوریا مقبول جان کے حوالے سے میں ہمیشہ یہ کہتا ہوں کہ اس میں اور مجھ میں فرق یہ ہے کہ وہ قوت ایمانی میں مجھ سے بہت آگے ہے' مگر کیا کروں جو کام مرے رب نے مجھے سونپ رکھا ہے' مجھے وہ تو کرنا ہی ہے۔ آج اوریا نے خلافت کا نقشہ کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ جمہوریت میں اور خلافت میں کیا فرق ہے وہ ان اہل دانش میں ہیں جو جمہوریت کو نظام کفر کہتے ہیں اور اس کے خلاف صف آرا رہتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو ڈرتے ہیں کہ کہیں اسلام کے نام پر اس ملک میں جمہوریت کا بستر ہی گول نہ کر دیا جائے۔ اس کا متبادل ہم بھگت چکے ہیں اس لئے خائف رہتے ہیں پھر یہ مرا فریضہ تو بنتا ہے کہ میں اس پر بات کروں۔ اوریا کی گفتگو میں دو تین باتیں بہت اہم ہیں۔ ایک تو خیر یہی کہ جمہوریت میں خیر نہیں۔ دوسری یہ کہ جمہوریت کی جگہ خلافت کی پہلی اینٹ اس اصول پر ہے کہ خلافت کے نظام میں ہر شخص کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔اس کے لئے رائے دہندگان کا فیصلہ پیدائش یا عمر کی بنیاد پر کیا جائے گا کہ آپ اتنے برس کے ہو گئے تو آپ ملکی قیادت کے انتخاب میں رائے دینے کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں یہ حق صرف اس کو حاصل ہوگا جو ایک خاص علمی استعداد اور اخلاقی معیار رکھتا ہو۔صرف وہ ہی صاحب رائے یا صائب الرائے قرار دیا جا سکتا ہے۔تیسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ ملک میں کوئی پارٹی سسٹم نہیں ہوگا' بلکہ صرف یک جماعتی نظام ہوگا جس میں صرف وہ لوگ شامل ہوں گے جنہیں ووٹ دینے کا حق دار قرار دے دیا جائے گا۔ یہ حق انہیں کون دے گا۔ وہ کہتے ہیں یہ قاضی القضاہ کے تحت نظام عدل طے کرے گا کہ کون ووٹ کا حق دار ہے کہ ردعمل بہر حال مسائل کا حل نہیں ہے اگر مجھے صائب الرائے افراد کی تلاش میں علمی استعداد اور اخلاقی معیار کی قدغن لگانا ہے اور یہ کام کسی ثاقب نثار یا افتخار چودھری کو سونپا ہے تو میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ بی اے کی شرط مشرف لگا چکے ہیں اور صادق و امین کا حشر آپ نے دیکھ لیا۔ یہ کون سی خلافت ہے جو اس طرح قائم ہوگی۔ بی اے والی شرط چھوڑ یئے کسی شخص کی علمی استعداد ماپنے کا پیمانہ کیا ہوگا اور اخلاقی معیار کون پرکھے گا۔ پھر اس کے بعد وہ ایک مجلس شوریٰ چنیں گے جو خلیفہ کا انتخاب کرے گی۔ اسے کمیونزم والے پولٹ بیورو کہتے ہیں۔ یہ آپ خلافت کے نام پر کون سا نظام لانا چاہتے ہیں اس سے تو وہی لوگ اچھے جو کہتے ہیں خلافت کوئی دینی اصطلاح ہے ہی نہیں یہ جاوید غامدی والے۔ میں خواہ مخواہ ان سے الجھتا رہتا ہوں اگر خلافت کے نام پر ہمارے ہاں آمریت مسلط کی جانا ہے تو پھر نواز شریف کی وہ اپنی ترمیم کیا بری تھی جس میں وہ امیر المومنین بننا چاہتے تھے۔ یہ سمجھنا کہ کثیر الجماعتی نظام میں کارپوریٹ سیکٹر اپنے سرمائے سے پارٹیوں میں نفوذ کر جاتا ہے یہ کہاں ثابت کرتا ہے کہ اگر خلافت کے دوش بدوش سرمایہ دارانہ نظام بھی چلے گا تو کیا وہ آپ کے پورے بولٹ بیورو کو اغوا نہیں کر لے گا۔ وہ اپنے بندوں کے لئے حق رائے دہی حاصل کرنے کے لئے دباؤ نہیں ڈالے گا اور اگر آپ اپنا نظام معیشت بھی بدلنا چاہتے ہیں تو چلتے چلتے اس کا نقشہ بھی پیش کر دیجیے۔ صرف یہ کہنے سے گزارا نہیں ہوگا کہ اس میں سود نہیں ہوگا اور زکوٰۃ ہوگی۔ پوری اسلامی اقتصادی منصوبہ بندی چاہیے۔ دنیا میں رائج دونوں نظاموں کے مقابلے میں۔ 1۔ پاکستان کے لوگوں سے ریفرنڈم کروا کر پوچھ لیجیے کہ انہیں جمہوریت نہیں چاہیے۔ 2۔صرف یک جماعتی سیاسی نظام چاہیے۔ 3۔ خلیفہ کا انتخاب ایک پولٹ بیورو کرے گا۔ 4۔ اور آپ آدمی کو ووٹ کا حق نہیں ہوگا۔ اس حق کے لئے آپ کو مراحل سے گزرنا پڑے گا۔ 5۔ ہاں ذرا علمی استعداد اور اخلاقی معیار کی وضاحت بھی کر دیجیے۔ جس کی وجہ سے آپ کو ووٹ کا حق ملے گا۔ بہت سے لوگ ہیں جو نظام خلافت کی بات کرتے ہیں۔ ایک تو ہمارے ہاں ڈاکٹر اسرار احمد تھے۔ دوسرے حزب التحریر والے ہیں۔ یہ تحریک چونکہ لبنان سے چلی تھی۔ اس لئے ان کا فوری مسئلہ خلافت عثمانیہ کی تباہی تھا۔ یہ کوئی خلافت علی منہاج النبوۃ کی بات نہیں کرتے تھے۔ یا جیسے آج کل ریاست مدینہ کا تذکرہ ہو رہا ہے' بلکہ وہ کہتے ہیں کہ خلافت عثمانیہ کا تسلسل چاہیے۔ جب سلطنت عثمانیہ تھی تو اس وقت مسلمان مضبوط اور طاقتور تھے۔ وہ اس بات پر بھی اصرار کرتے ہیں کہ خلافت کی جدوجہد میں فزیکل قوت استعمال نہیں ہوگی۔ عملی طور پر وہ ایسا

کرنہیں پاتے۔وسط ایشیا اور مصر وغیرہ میں ان کی جدوجہد کی مثالیں ملتی ہیں۔وہ نصرت فوج سے مانگتے ہیں۔ان سے جب اس تضاد کی وجہ پوچھی جائے تو وہ چپکے سے کان میں کہتے ہیں کہ پہلا خلیفہ تو فوجی طاقت ہی سے آئے گا۔بھائی ایسے تضاد دور کرنا ہوں گے۔اکثر جب خلافت کے قیام کی بات ہوتی ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت قائم کی جائے۔اس میں بعض لوگ یہ تصور شامل کر لیتے ہیں کہ مسلمانوں کی عالمی اسلامی حکومت یعنی خلیفہ کرہ ارض پر ایک ہی ہوگا۔اس لئے کہ وہ تو تورانی رہے باقی نہ ایرانی کا مطلب یہی لیتے ہیں کہ قومی ریاستوں کا وجود ہی غلط ہے۔مرا مسئلہ یہ ہے کہ میں فی الحال ایسی اسلام ازم کے ہاتھوں پاکستان سے دستبردار نہیں ہوسکتا کہ یہ مملکت خداداد اسلامیان ہند کے لئے خدا کا تحفہ ہے اور مجھے اس کی حفاظت کرنا ہے' اللہ کا ایک ناشکر گزار بندہ نہیں بنتا۔اگر کوئی مشکل بنتی ہے کہ پوری دنیا میں خلافت اسلامیہ قائم ہو جاتی ہے تو سب سے زیادہ خوشی مجھے ہوگی۔لیکن اس خلافت کی شکل وہ ہوئی جس کا نقشہ آپ بتا رہے ہیں تو پہلے تو یہ اس وقت ایک ناممکن بات ہے، پھر یہ اس طرح ناکام رہے گی جس طرح مغرب میں کمیونزم اور فاشزم ناکام ہوا ہے۔خدا کے لئے کوئی قابل عمل حل سوچئے جو مسلمانوں کو راہ راست پر چلا سکے۔یک جماعتی طرز حکمرانی مجھے گوارا نہیں۔حق رائے دہی کے حصول کے لئے کسی کے چرنوں پر جھکنا کوئی درست طرز عمل نہیں اور ہاں یہ تو میں بھول گیا کہ صدر یا خلیفہ کو پورے ملک سے بیعت بھی لینا پڑے گی۔اس کا طریق کار کیا ہوگا۔یہ سب باتیں مرے خواب تو ہو سکتے ہیں۔مگر نہ ان کا عملی دنیا مرے تحت الشعور یا اجتماعی شعور کا حصہ یا نیم آفاقی آرکی ٹائپ سے کوئی تعلق ہے۔نہ اسلام کے نظام خلافت سے ازمنہ قدیم میں جس طرح یہ نظام نافذ ہوا' اسے اپنے خیالوں میں جدید عہد کے مطابق ڈھال کر کوئی نقشہ تو بن سکتا ہے' مگر اسے اسلام نہیں کہہ سکتے یہ مرے تصورات ہیں۔اسلام اپنے آغاز ہی سے دنیا کا سب سے تازہ اور مستقبل آشنا نظام تھا۔آج ہمیں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا اور یہاں سے آغاز کرنا ہوگا۔

(خلافت کی میں دینے لگا دُہائی از سجاد میر۔روزنامہ ۹۲ نیوز لاہور۔۲ مئی ۲۰۱۹ء)

معزز قارئین!اوریا مقبول جان پہلی مذہبی شخصیت نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے بھی بہت سارے علماء خلافت کے نظام کو قائم کرنے کی حسرت لیے دنیا سے جا چکے ہیں۔مولانا ڈاکٹر اسرار احمد جو تنظیم اسلامی کے بانی تھے اور جنہوں نے پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کے لیے تحریک خلافت پاکستان کا ستمبر ۱۹۹۱ء میں آغاز کیا تھا کہتے ہیں:۔

''مصطفی کمال پاشا نے اس وقت صیہونیت کے ایجنٹ کا کردار ادا کیا۔ ۱۹۲۴ء سے لے کر اب ۱۹۹۴ء تک ستّر برس بیت گئے ہیں لیکن پوری دُنیا میں خلافت کے ادارے کا برائے نام بھی وجود نہیں۔اُمّت مسلمہ کی تاریخ میں اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا''۔اور انہوں نے کہا ہے کہ ''اب جب بھی خلافت قائم ہوگی تو یہ دُنیا کے کسی ایک خطے پر محدود نہیں ہوگی بلکہ عالمی خلافت ہوگی''۔مولانا ڈاکٹر اسرار احمد نے خلافت کے احیاء کے مقام کے متعلق بتایا ہے کہ ''ایک بات مَیں تیقن سے کہہ سکتا ہوں کہ خلافت کا احیاء شروع یہیں (پاکستان) سے ہو گا۔اس لیے کہ پوری اسلامی دنیا میں صرف اور صرف یہ ملک ایسا ہے جس میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔۔۔دنیا کے باقی تمام ممالک کے دساتیر میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ کسی ملک کے سرکاری مذہب کا نام اسلام لکھ دیا گیا ہے جو بہت محدود اور مبہم بات ہے۔'' پھر لکھتے ہیں کہ نظام خلافت کے تین بنیادی لوازم ہوں گے۔

''ا۔اللہ تعالیٰ کی حاکمیت۔۲۔کتاب وسنت کے خلاف قانون سازی کی ممانعت۔مخلوط قومیت کی نفی۔۔۔''۔۔۔ووٹر کی عمر کم از کم چالیس برس ہونی چاہیے۔۔۔نظام خلافت میں مقننہ کا رکن کوئی غیر مسلم نہیں بن سکے گا۔

(خلافت کی حقیقت از مولانا ڈاکٹر اسرار احمد)

رسول اللہ ﷺ نے پیشگوئی فرمائی ہے کہ **ثم تکون خلافة علی منهاج النبوة**۔یعنی پھر بالآخر نبوت کے طریقے پر خلافت قائم ہوگی!انشاء اللہ''

اوریا مقبول اور ڈاکٹر اسرار احمد سمجھتے ہیں کہ بغیر نبوت کے خلافت کا نظام پاکستان کے مولویوں نے قائم کرنا ہے نہ کہ مسیح ومہدی نے۔نظام خلافت انسانی کوشش سے قائم نہیں ہوسکتا بلکہ اس کا قائم ہونا اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔اگر اللہ کی قائم کردہ خلافت کا انکار کیا جائے تو جاہلیت کی موت یقینی ہے،تمام کوششیں اور تدبیریں ناکامی کا منہ دیکھیں گی۔ڈاکٹر اسرار کہتے ہیں:

''وہ جماعت جو نبوت کی بنیاد پر قائم ہو،اس سے زیادہ مظبوط جماعت کا آپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔بلکہ میں کہتا ہوں سچی نبوت تو درکنار جھوٹی نبوت بھی تنظیم کی بڑی بنیاد ہے۔اندازہ کیجیے، مرزا غلام احمد صاحب (بانی جماعت احمدیہ) کی جھوٹی نبوت کی بنیاد پر جو جماعت احمدیہ چل رہی ہے وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی،اور ان کا لاہوری فرقہ،جس نے غلام احمد کو نبی نہیں مانا،وہ منتشر ہو کر ختم ہوگیا۔تو مظبوط ترین جماعت جو دُنیا میں بن سکتی ہے،وہ نبوت کے دعویٰ کی بنیاد پر بن سکتی ہے۔''

(ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور ۳۱ مئی تا ۶ جون ۲۰۱۱ء)

’’سیزر کو اس کا حق دو اور خدا کو اس کا حق‘‘

مشہور دانشور جناب سبط حسن کی کتاب ’’نویدِ فکر‘‘ سے لیا گیا ایک اہم مضمون بلا تبصرہ قارئین پیشوا انٹرنیشنل کی خدمت میں پیش ہے۔

ریاست اور رعایا کا مذہب جب تک ایک رہا شرعی قوانین کے نفاذ میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی لیکن ریاستیں جب سلطنتوں میں بدل گئیں اور دوسرے مذاہب کے لوگ بھی رعایا بن گئے تو رعیت اور ریاست میں تصادم نے ایک نئی شکل اختیار کی۔ مثلاً بنی اسرائیل خدائے واحد کے ماننے والے اور شریعتِ موسوی کے پابند تھے۔ اسرائیلی علاقوں پر جب رومیوں نے قبضہ کر کے اپنے قوانین نافذ کرنے کی کوشش کی تو اسرائیلیوں نے ان قوانین کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ نوبت کُشت وخون تک پہنچی۔ آخر طے یہ پایا کہ یہودیوں کے آپس کے مقدموں کا فیصلہ بدستور یہودی عدالتیں کریں البتہ سلطنت کے شہری ہونے کی حیثیت سے یہودیوں کو عام رومی قوانین کی پابندی کرنی ہوگی۔ اسی تجربے کی روشنی میں حضرتِ مسیحؑ نے اپنے ماننے والوں یہ مشورہ دیا تھا کہ ’’سیزر کو اس کا حق دو اور خدا کو اس کا حق‘‘ اُنھوں نے ریاست کو مذہب سے جدا کر دیا۔

دورِ حاضر کے بعض علمائے دین کو حضرتِ مسیحؑ کے اس قول پر سخت اعتراض ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ریاست میں کسی مذہب کے پیرو اگر اقلیت میں ہوں تو ریاستی قوانین کے بارے میں ان کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے۔ برطانوی عہد میں مسلمان اقلیت میں تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے بھی دوسروں کی طرح انگریزی قوانین کی پیروی کی اور حضرتِ مسیحؑ کے مشورے پر حرف بہ حرف عمل کیا۔ انگریزوں نے فوجداری کے ضابطے اور قوانین تو بلالحاظِ مذہب وملت پورے ملک میں نافذ کر دیے البتہ سِول قوانین میں جن امور کا تعلق خالص مذہبی عقائد سے تھا ان کے بارے میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے الگ الگ قوانین بنا دیے۔ مثلاً شادی اور طلاق، وراثت، اوقاف، عبادت گاہوں اور دینی درس گاہوں کی دیکھ بھال۔ آج بھی مسلمان اقلیت کی حیثیت میں ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، امریکا، برما، تھائی لینڈ اور چین میں کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں اور ان کے لیے ’’سیزر کا حق‘‘ ادا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

ملوکیت میں بادشاہ کا مذہب ریاست کا سرکاری مذہب ہوتا تھا اور قوانین بھی مذہبی احکام کے مطابق وضع ہوتے تھے لیکن اس تاریخی حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مطلق العنان بادشاہوں کے عہد میں مذہب ریاست کے تابع ہو گیا اور ریاست کی سیاسی مصلحتوں کو شرعی احکام پر ترجیح دی جانے لگی۔ شرعی احکام اگر سیاسی مصلحتوں سے ہم آہنگ ہوتے تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جاتا مگر ریاست کی بنیادی حکمتِ عملی اور شرعی احکام میں اگر تصادم کی صورت پیدا ہوتی تو تنخواہ دار پادریوں، پنڈتوں اور مفتیوں سے ریاست کے حق میں فیصلے حاصل کر لیے جاتے تھے اور شرعی احکام کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا۔

تھیوکریسی میں سربراہِ مملکت اور مذہبی ادارے چکی کے دو پاٹ تھے عوام جن کے درمیان پستے رہتے تھے۔ دونوں کے اختیارات کا سرچشمہ خدا کی ذات تھی یا احکامِ خداوندی۔ ’’عوام کالانعام‘‘ مویشی تھے لہٰذا ریاست کے نظم ونسق میں ان کی کوئی آواز نہ تھی۔ ملک کا معاشرتی اور معاشی نظام کیا ہو۔ عنانِ اقتدار کن لوگوں کے ہاتھ میں ہو، طرزِ حکومت کیسی ہو، قانون کون وضع کرے، ان پر عمل درآمد کی کیا صورت ہو اور عدالتیں کس نوع کی ہوں ان تمام امور کا فیصلہ بحق سربراہ محفوظ تھا اور وہ کسی کے رُوبرو جواب دہ نہیں تھا نہ کوئی اس سے باز پرس کر سکتا تھا۔

***

"مکّہ مکرمہ"

پیارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کا ابتدائی گھر!

تحریر وتحقیق
حسن خان۔لندن

مکّہ مکرمہ اللہ تعالیٰ کا وہ پاکیزہ اور مقدس شہر ہے جہاں پر وحی کا نزول ہوتا تھا۔روئے زمین پر سب سے مقدس اور پاکیزہ جگہ مکّہ ہے۔ یہ وہی محبوب شہر ہے جہاں پر اللہ تعالیٰ نے سب سے ایسی عظیم اور مبارک ہستی کا ظہور فرمایا جہاں پر ہمارے پیارے محبوب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ پیدا ہوئے۔ یہی وہ شہر ہے جو کہ ہمارے آقا مولی حضرت محمد مصطفی ﷺ کا محبوب ترین شہر ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حرم مبارک کیلئے اس مبارک شہر کو منتخب فرمایا۔مکّہ مکرمہ وہ مقدس شہر ہے جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مسکن تھا۔ یہ شہر سارے عالم اسلام کیلئے کی محبت وعقیدت ایمان ویقین کا مرکز ہے۔اسی مبارک شہر میں ہی فریضہ حج اور عمرہ کیلئے ہر سال لاکھوں مسلمان آکر خدائے واحد کی عبادت اور دعاؤں کی توفیق پاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کیلئے اس کو جائے امن وسلامتی قرار دیا ہے۔

مکّہ مکرمہ کا محلِ وقوع: یہ مبارک شہر سعودی عرب کی مغربی جانب واقع ہے۔اس شہر کی سطح سمندر سے بلندی 280 میٹر ہے۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ 430 کلومیٹر ہے اور جدّہ سے مشرق میں فاصلہ 73 کلومیٹر ہے۔اس شہر کے چاروں طرف پہاڑوں کے سلسلے ہیں۔ یہ شہر تہامہ کی وادی کا سنگھم ہے جو چہار سمت سے آکر یہاں مل جاتی ہے۔اس مبارک شہر کی آبادی سروات کے تسلسلی پہاڑوں پر ہے۔ یہ شہر وادی ابراہیم کو اپنے قلب میں لئے ہوئے ہے جو مشرق ومغرب اور جنوب کے قریب پہاڑی سلسلہ کے درمیان میں ہے۔شمالی پہاڑی سلسلہ جبل فلق اور جبل قیعان پر مشتمل ہے۔جبکہ جنوبی پہاڑی سلسلہ میں مغربی جانب جبل ابی حدیدۃ ہے۔اس کے جنوب میں کُدَیْ اور جنوب مشرق میں جبل ابوقبیس اور جبل خندمہ ہے۔

مکّہ مکرمہ کا موسم: مکّہ مکرمہ کا موسم گرمیوں میں سخت گرم اور سردیوں کے موسم میں ہلکا سا گرم ہوتا ہے۔موسم گرما میں درجہ حرارت 46 ڈگری تک پہنچ جاتا ہے۔اور موسم سرما میں 15 ڈگری تک آجاتا ہے۔جہانتک ہوا کے چلنے کی رفتار کا تعلق ہے یہاں نسبتاً رفتار کم ہی ہوتی ہے جس کی بڑی وجہ اس مبارک شہر کو چاروں طرف سروات کے پہاڑوں نے اپنی آغوش میں لیا ہوا ہے۔ اور دوسری جانب ان پہاڑوں اور بحر احمر کے ساحل کے درمیان اکٹھا پہاڑیوں کا سلسلہ حائل ہے۔

مکہ مکرمہ میں بارشیں عموماً کم ہی ہوتی ہیں۔مگر کبھی تو مکّہ میں بارشیں اتنی موسلہ دھار اور تیز ہوتی ہیں کہ سیلابی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ مکّہ کے پہاڑوں کا سب پانی بہہ کر نیچے وادی میں آجاتا ہے۔

تاریخ مکّہ مکرمہ: مکّہ مکرمہ شہر کو سب سے پہلے آباد کرنے والے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؓ تھیں۔آپ دونوں کو حضرت ابراھیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس وادی میں لاکر چھوڑا تھا۔قرآن کریم میں اس کا ذکر یوں آتا ہے رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ

(سورۃ ابراھیم آیت 37)

یعنی اے ہمارے ربّ میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک ایسی وادی میں آباد کرتا ہوں جو آب وگیاہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی کہ جب حضرت حاجرہ اور ان کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس پانی ختم ہوگیا تو آپ کی والدہ محترمہؓ پانی کی تلاش میں صفا مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان پانی کیلئے دوڑیں تو اس دوران حضرت اسماعیل علیہ السلام جہاں پانی کیلئے پاؤں مار رہے تھے وہاں پیروں کے نیچے سے پانی کا چشمہ آب زم زم پھوٹ پڑا جس سے حضرت حاجرہؓ نے اپنے پیارے بیٹے کی پیاس بجھائی اور خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔اسی دوران ملک شام سے قبیلہ جرھم گزر رہا تھا تو انہوں نے حضرت حاجرہ سے یہاں مستقل سکونت اختیار کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت حاجرہ نے اس قافلہ کو اجازت دیدی۔اس طرح قبیلہ جرھم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اپنی پرورش میں لے لیا۔

اس طرح پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام اسی قبیلہ میں پروان چڑھے۔اسی

قبیلہ میں آپ کی شادی بھی ہوگئی۔حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو نسل چلی اس کو مؤخین نے "عرب مستعربہ" کا نام دیا۔اس طرح یہ مکہ کی بے آب وگیاہ وادی آباد ہوگئی۔اور رہائشی مکانات پہاڑوں کی بلندیوں پر متفرق طور پر پھیل گئے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا۔پھر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت ابراھیم علیہ السلام نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حج کی غرض سے مکہ آئیں۔اس طرح ایک طویل عرصہ تک بیت اللہ شریف کی ذمہ واری حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سنبھالی۔آپؑ کے بعد آپؑ کی اولاد نے پھر ایک مدت کے بعد آپ ہی کے پوتے مضاض بن عمرو جرہمی نے خانہ کعبہ کی تولیت سنبھالی۔اس طرح پھر کافی عرصہ تک بیت اللہ شریف کی ذمہ واری قبیلہ جرھم میں ہی رہی۔اس طرح پھر اس قبیلے نے ایک لمبا عرصہ تک بیت اللہ شریف کی خدمت کی اور حجاج کی راحت اور آسانی کا کام بخوبی سرانجام دیا۔بلآخر تیسری صدی کے آخر میں جرھم قبیلہ میں ایک ایسی نسل پیدا ہوگئی جس نے پھر بیت اللہ شریف کے تقدس کو پامال کر دیا۔جس پر پھر اللہ تعالیٰ نے یمنی قبیلہ خزاعہ کو ان پر مسلط کر دیا اور قبیلہ خزاعہ کی قیادت ربیعہ بن الحارث کے ہاتھ میں تھی۔ربیعہ کی وفات کے بعد اسی قبیلہ کے ایک دوسرے شخص عمرو بن لحی نے زمام قیادت سنبھال لی۔اسی شخص نے ایک بدترین روایت بت پرستی کی قائم کی اور کعبہ شریف کے اردگرد بت لا کر نصب کر دیئے اور حضرت ابراھیم علیہ السلام کے دین کی تصویر مسخ کر دی۔

قریش کا عہدِ حکومت: مکہ مکرمہ پر کچھ عرصہ تک قبیلہ جزاعہ رہی یہاں تک کہ خلیل بن حبشیہ خزاعی والئی مکہ ہوا۔اس کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف کی نگہبانی خلیل بن حبشیہ کے داماد قصی بن کلاب قرشی اور اس کے بیٹوں کے سپرد ہوئی۔جس پر قبیلہ جزاعہ نے اس کی مخالفت کی جس پر دونوں میں جھڑپیں شروع ہوگئیں۔بالآخر فیصلہ قبیلہ یعمر بن عون کے پاس گیا جس نے بیت اللہ شریف اور مکہ مکرمہ کی ذمہ داری قصرے بن کلاب کے سپرد کر دی گئی۔قصی بن کلاب آنحضرت ﷺ کے چوتھے جد امجد ہیں۔قصی بن کلاب نے یہ ذمہ واری بڑی خوش اسلوبی سے نبھائی۔مشورہ کے لئے ایک دارلندوہ قائم کیا۔انتظامی امور کے لئے بعض عہدے بھی قائم کئے جن میں قریش کے بعض اور لوگوں فائز کیا۔مکہ مکرمہ کے امور کو منظم کیا۔کنویں کھدوائے اور امن وامان کی فضا قائم کی جس سے ہر سال عرب قبائل سے بکثرت مکہ مکرمہ حج اور تجارت کے لئے لوگ آنے شروع ہوگئے۔

ملک کے انتظامی امور اسی طرح چلتے رہے یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کی ولائت اور ذمہ داری آنحضرت ﷺ کے دادا جان عبد المطلب کو پہنچی۔آپ ﷺ کے دادا جان نے اس ذمہ واری کو نہایت خوش اسلوبی سے نبھایا۔آپ نے قبائل کو جمع کر کے باہمی معاہدہ طے کیا جو حلف الفضول کے نام سے معروف ہے۔اسحلف الفضول میں مظلوم کی دادرسی وعدل وانصاف کا قیام پیش نظر رکھا گیا۔نیز زمزم کا کنواں مرورِ زمانہ کے ساتھ جس کے آثار بھی مٹ چکے تھے اس کو دوبارہ کھدوا دیا گیا۔

حضرت عبد المطلب کے زمانہ میں 571ء میں مکہ مکرمہ میں دو عظیم واقعات رونما ہوئے ایک ابراہا کی ہلاکت اور دوسرا ولادت خدا تعالیٰ کے عظیم نبی حضرت محمد ﷺ۔یعنی! حبشہ کے حاکم ابراہا کی ہلاکت اور بربادی جو خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے آیا تھا۔جو کہ مکّہ مکرمہ خدا کے گھر کو تباہ کرنے کا ارادہ لے کر آیا تھا اور ہمارے آقا مولا آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت۔

آنحضرت ﷺ کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت: جب آنحضرت ﷺ نے خدا تعالیٰ کے حکم پا کر اہل مکہ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلایا اور بت پرستی چھوڑنے کے فرمایا تو اس دعوت پر اہل مکہ آپ ﷺ پر سخت ناراض ہوئے اور کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر ظلم و ستم ڈھانے شروع کئے جس سے پہلے فرداً فرداً صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے لگ گئے تھے پھر آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمادی۔

ہجرت کے بعد مکہ مکرمہ کے حالات: 624ء اور ۲ ہجری میں مدینہ منورہ سے 160 کلومیٹر دور بدر کے مقام پر مسلمانوں اور کفار مکہ کی جنگ ہوئی۔جس میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے زبردست کامیابی حاصل ہوئی۔جس کے بعد مسلمانوں کا عربوں میں ایک مقام پیدا ہوگیا۔قریش مکہ نے چاہا کہ بدر کا بدلہ لے کر اپنی شکست اور ذلت کا داغ مٹائیں۔چنانچہ ۳ ہجری بمطابق 624ء دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کیا جو جنگ احد کے نام سے مشہور ہے۔دوسرا حملہ ۵ ہجری مطابق 627ء میں کیا جو کہ جنگِ خندق کے نام سے مشہور ہے۔یہ دونوں حملے بھی قریش کے مقاصد پورے نہ کر سکے۔جب مسلمانوں کو ہر جنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کامیابی حاصل ہوئی تو کفار کی طاقت ٹوٹ گئی تو آنحضرت ﷺ نے 6 ہجری میں 1400 صحابہ کرامؓ کی جماعت کے ساتھ عمرہ ادا کرنے کا قصد کیا۔جب آپؐ حدیبیہ کے مقام تک پہنچے تو آپؐ نے قریش کی طرف اپنا ایک نمائندہ بھیجا کہ عمرہ ادا کرنے کیلئے گفت وشنید ہوسکے۔چنانچہ کفّار نے اس دفعہ عمرہ ادا کرنے کی اجازت نہ دی۔اس دوران مسلمانوں اور کفار کے

درمیان ایک صلح نامہ طے پایا کہ اگلے سال عمرہ کرنے کیلئے داخل ہوسکتے ہیں۔لہٰذا اس طرح اس سال آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ واپس مدینہ چلے گئے اور پھر اگلے سال پھر آپؐ نے عمرہ ادا کیا۔

مکہ مکرمہ میں عہدی نبوی: 6ہجری میں آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کا ارادہ کیا اور آنحضرت ﷺ اپنے جانثار صحابہ کرامؓ کے فتح مکہ کے ارادہ سے ایک لشکر جرار لے کر مکہ میں داخل ہوئے۔جبکہ قریش مکہ میں اس مقابلہ کی زرا بھر ہمت اور طاقت نہ تھی۔گویا آنحضرت ﷺ بغیر جنگ کے ہی مکہ میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے۔آپؐ نے سرزمین مکہ مکرمہ میں داخل ہوکر جو عظیم کار ہائے نمایاں انجام دیئے وہ تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جس کی دنیا مثال پیش نہیں کرسکتی۔

پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے مندرجہ ذیل سب سے ضروری کام سرانجام دیئے!

نمبر ا۔قریش کے ہاتھ جو قیدی تھے ان سب کو آزاد کیا۔

نمبر ۲۔بیت اللہ شریف کو بتوں کی گندگی سے پاک کیا۔

نمبر ۳۔حرم شریف کی حدود کی نئے سرے سے تجدید فرمائی۔

مکہ مکرمہ میں عہدِ راشدہ: پیارے آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت علیؓ کا خلافت راشدہ کا عہد کہلاتا ہے۔

مکہ مکرمہ میں عہد بنوامیہ: 14 ہجری حضرت امیر معاویہؓ کا عہد جس دور میں اتفاق و اتحاد کا سال کہلاتا ہے۔جس سے حالات بہتر ہوگئے اور اسلامی فتوحات میں پیش قدمی شروع ہوئی۔اس دور میں امیر معاویہؓ نے مکہ مکرمہ پر خصوصی توجہ دی۔چشمے جاری کئے اور مکہ کے لوگوں کے دل جیتنے کیلئے خوب جود وسخاوت سے کام لیا۔

عہد عباسی: یہ دور132ہجری سے شروع ہوکر358ہجری تک زمانہ پر محیط ہے۔دور عباسی نے مکہ میں بہت سے اصلاحی کام کئے۔نہر زبیدہ آپ ہی زمانہ میں جاری ہوئی۔مسجد حرام کی عمارت اور اس کی توسیع پر خاص توتوجہ دی گئی۔ اسی زمانہ میں 317ہجری میں قرامطہ خاطمین کے علمدار نے جزیرہ عربیہ کے مشرق میں مکہ مکرمہ پر حج کے موسم میں اپنا تسلط جمالیا اور حجرا سود کو نکال کرلے گیا پھر 339ہجری میں یہ مبارک پتھر واپس لایا گیا۔

عہد ممالیک:یہ عہد 652ہجری سے 923ہجری تک رہا۔

عہد ترکی عثمانی دور:یہ دور 923ہجری سے1218ہجری تک رہا۔

پہلا عہد سعودی1226ہجری سے 1228ہجری تک رہا۔

عہد محمد علی پاشا کا عہد: 1228ہجری سے 1256ہجری تک جس میں قیادت محمد علی پاشا کی رہی۔ان کے دور حکومت مکہ مکرمہ میں پھر سے عثمانی دور کا آغاز ہوگیا۔

عہد عثمانی دورِ ثانی: عثمانی دور کے اس عہد ثانی میں مکہ مکرمہ میں امن وامان اور خوشحالی کا ایک نیا دور آیا۔مکانات اور قلعوں کی تعمیر ہوئی اور باغات لگوائے گئے۔

ہاشمی دور: 1343ہجری میں ہاشمیوں (شریف حسین اور اس کے ہمنواؤں) اور سعودی قیادت کے درمیان زبردست معرکہ ارائی ہوئی۔دونوں کے لشکروں کی جنگ ہوئی جس میں شریف حسین کو شکست ہوئی۔جس کی وجہ سے حجاز کی امارت سے فراغت ہوگئی۔

(حوالہ مکہ مکرمہ ماضی وحال کے آئینہ میں تالیف محمود محمد حمو)

مکہ مکرمہ میں سعودی دَور: ملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن 1343ہجری بمطابق 1924ء حرمین شریف کی معاونت اور خدمت کی شرف کو حاصل ہوا۔ سعودی قیادت نے ملک میں امن وامان پھیلانے کیلئے تمام ممکنہ وسائل استعمال کئے۔نیز حجاج کرام کی آمدورفت کے راستوں کو پرامن بنایا اور راستوں میں لوٹ مار پر قابو پایا گیا۔سعودی دور میں مکہ مکرمہ میں نیا دور شروع ہوا۔شہر مکہ مکرمہ ترقی کی راہ پر گامزن ہوا۔نیز تعمیری وترقیاتی منصوبے میں حرم مکہ کی عظیم الشان توسیع اور حرم شریف کے آس پاس کے تمام علاقہ جات کی ازسرنو تعمیر شروع کی۔جس میں بڑے بڑے تجارتی مراکز اور رہائشی کیمپلس و ہوٹلز تعمیر کئے گئے۔اور دن بدن نئے وسائل سے آراستہ کیا جارہا ہے تاکہ لاکھوں زائرین کو اعلیٰ خدمات فراہم کی جاسکیں۔

مکہ مکرمہ کے مختلف نام: نمبرا۔مکہ نمبر ۲۔بکّہ نمبر ۳۔ البدر نمبر ۴۔ البلدالامین نمبر ۵۔البدۃ نمبر ۶۔ام القریٰ نمبر ۷۔معاد نمبر ۸۔المسجد الرام۔ یہ سب نام قرآن مجید میں مختلف جگہوں پر آئے ہیں۔

فضائل مکہ مکرمہ: مکہ مکرمہ تمام مسلمانوں کے دل کی دھڑکن ہے۔یہی وہ مقدس شہر ہے جہاں اہل ایمان کا قبلہ وکعبہ ہے۔یہی وہ پاکیزہ بستی ہے جہاں پر آنے کیلئے حج وعمرہ کے لوگ پروانہ وار کھنچے چلے آتے ہیں۔یہیں پر عظیم تاریخی اور ایمان افروز نقوش محفوظ ہیں۔

چند فضائل ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

نمبرا۔اس شہر میں اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان گھر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ ۔(سورۃ آل عمران۔آیت ۹۶)

ترجمہ: یہ بلاشبہ وہ پہلا گھر جو لوگوں کیلئے بنایا گیا وہ بکہ میں ہے۔ یہ برکت والا ہے اور کیلئے جو تمام لوگوں کیلئے ہدایت ہے۔

نمبر ۲۔ اس شہر کا سفر اہل ایمان پر فرض قرار دیا گیا ہے کہ جو صاحب استطاعت ہوں ضرور کریں۔

نمبر ۳۔ اس شہر کی مقدس مسجد حرام میں نماز کا اجر بہت زیادہ ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مسجد حرام میں اور مسجد نبوی میں ایک نماز کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے ایک ہزار گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔ سوائے مسجد حرام کے اور مسجد حرام میں ایک نماز ادا کرنا کسی دوسری مسجد میں ایک لاکھ نماز سے افضل ہے۔

نمبر ۴۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو جائے امن قرار دیا ہے وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ۔(سورۃ آل عمران۔آیت نمبر 97)

نمبر ۵۔ اس شہر میں رزق کی برکت ہے۔

نمبر ۶۔ اس شہر کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دجال سے حفاظت ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کوئی شہر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں دجال نہ پہنچے سوائے مکہ اور مدینہ کے اس کے ہر راستہ پر فرشتے صف بستہ ہونگے جو دجال سے حفاظت کریں گے۔

نمبر ۷۔ اس سرزمین کی جانب ایمان سمٹ کر آجائے گا۔

نمبر ۸۔ مکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سارے شہروں سے محبوب ترین ہے۔

نمبر ۹۔ اس شہر کے بارہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اس شہر (مکہ) میں کوئی ظلم والحاد کام کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب دیں گے۔

مکہ مکرمہ سے متعلق بعض اہم احکام:

نمبر ۱۔ حرم میں ظلم والحاد کی حرمت اور اس پر شدید وعید۔

ومن یرد منہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم۔

(سورۃ حج آیت ۲۵)

ترجمہ: اس ہمارے شہر میں ظلم کی بنیاد پر کوئی جو خلاف دین کام کرے گا۔ ہم اس کو دردناک عذاب دیں گے۔

نمبر ۲۔ حرم میں کفار کے داخلہ پر پابندی: حرم مبارک کے تقدس اور اس کی حرمت کے پیش نظر کافروں کے داخل ہونے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابندی لگا دی گئی ہے۔ یا ایھا الذین آمنو انما المشرکون نجس فلا یقربو المسجد الحرام بعد عام ھم ھذا۔

(سورۃ توبۃ آیت ۲۸)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مشرکین تو ناپاک ہیں۔ پس وہ اپنے اِس سال کے بعد مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکیں۔ (مشرکین کے نجس ہونے سے مراد ان کے عقیدہ کی نجاست ہے، جسمانی نجاست مراد نہیں، مشرکین کو حج سے روکنے سے مراد یہ ہے کہ ان کو اپنی مشرکانہ رسومات ادا کرتے ہوئے حج نہ کرنے دیا جائے۔

نمبر ۳۔ حرم شریف میں داخل ہونے کیلئے احرام کی پابندی:

اللہ تعالیٰ نے اس میں داخل ہونے کے لئے کچھ جگہیں متعین فرمائیں ہیں جن کو میقات (حدیں) کہتے ہیں۔ حج اور عمرہ کا ارادہ کرنے والے حضرات احرام پہن کر حرم شریف (خانہ کعبہ) میں داخل ہوں۔

نمبر ۴۔ حرم شریف میں قتل وقتال کی حرمت:

قتل وغارت اور خون ریزی کی سخت ممانعت ہے۔

نمبر ۵۔ شکار کرنے، درخت کاٹنے اور گری پڑی چیز اٹھانے کی ممانعت ہے۔

میقات سے احرام باندھنا: جو شخص بھی حج یا عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو مندرجہ ذیل حدود سے اسے احرام باندھنا ضروری ہے۔

نمبر ۱۔ ذوالحلیفہ۔ یہ حد اہل مدینہ کی میقات ہے اس کی دوری 400 کلو میٹر ہے۔

نمبر ۲۔ جحفہ۔ یہ اہل شام، مصر اور ترکی والوں کی میقات ہے اس کی دوری 183 کلو میٹر ہے۔

نمبر ۳۔ قرن المنازل۔ یہ میقات اہل نجد اور اس سمت سے آنے والوں کی میقات ہے اس کا فاصلہ 75 کلو میٹر ہے۔

نمبر ۴۔ ذات عرق۔ یہ اہل عراق اور اس سمت سے آنے والوں کی میقات ہے۔ اس کی مسافت 90 کلو میٹر ہے۔

نمبر ۵۔ یلملم۔ یہ اہل یمن اور اس سمت سے آنے والوں کی میقات ہے اس کی دوری 92 کلو میٹر ہے۔ مگر جو شخص ان میقاتوں سے نہ گزر سکے تو اس کو چاہئے کہ وہ ان میقات میں سے کسی بھی میقات پر احرام باندھ لے۔ البتہ جو شخص ان میقاتوں کے اندر رہتا ہے وہ اپنی جائے قیام سے ہی احرام باندھ لے۔

(مکہ مکرمہ کے متعلق مزید دلچسپ حقائق
اگلے شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

بجٹ 2019-2020

کرپشن، عمران خان کا قوم سے خطاب!

مشرقی اُفق

تحریر: میر افسر امان۔اسلام آباد

پی ٹی آئی حکومت نے ۷۰ رکھرب ۳۶/ ارب کا بجٹ برائے سال ۲۰۱۹۔ ۲۰ءقومی اسمبلی میں پیش کر دیا ہے۔بجٹ میں ۳۶ کھرب کا خسارہ بتایا گیا۔یہ پی ٹی آئی حکومت کا پہلا بجٹ ہے۔سراج الحق صاحب سینٹر اور امیر جماعت اسلامی پاکستان نے کہا ہے کہ بجٹ تو آئی ایم ایف کا ہے۔صرف پیش پی ٹی آئی نے کیا ہے۔کیوں نہیں کہیں کہ بجٹ بنانے والے تمام حضرات آئی ایم ایف کے ملازمین ہیں۔ان ہی نے آئی ایم ایف سے ۶ / ارب ڈالر قرضے کا معاہدہ بھی کیا۔اپوزیشن نے بجٹ کی کاپیاں پھاڑ دیں۔اسپیکر کا گھیراؤ کیا۔گوگو نیازی کے نعرے لگائے اور بجٹ کو مسترد کر دیا۔لگتا ہے کہ یہ سب نواز اور زردادی کرپشن بچاؤ مہم تھی۔عوام کے مسائل کا کسی کو فکر نہیں۔اصل اپوزیشن جماعت اسلامی ہے۔جس نے مہنگائی اور کرپشن کے خلاف ملک گیرآ گاہی کا آغاز ۱۶/جون سے لاہور سے کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔ویسے پاکستان کا بجٹ کیا ہوتا ہے بس بجٹ تماشا ہوتا ہے۔جو گذشتہ ۳۵ سال سے پیپلز پارٹی اور نواز شریف اپنے اپنے دور اقتدار میں پیش کرتے آئے ہیں۔یہ بجٹ سالوں سے غریب عوام کے نام سے دونوں پارٹیاں پیش کرتی رہی ہیں۔عوام اسے تماشا نہ کہیں تو کیا کہیں۔ان بجٹوں کی وجہ سے پاکستان کے غریب،غریب تر ہوتے رہے اور حکمران امیر سے امیر تر ہوتے رہے۔عوام کو بجٹ کا گورکھ دھندہ سمجھ ہی نہیں آتا۔ایک وقت تھا کہ گھر کا ایک فرد نوکری کرتا تھا اور پورے خاندان کا کفیل ہوتا تھا۔اب گھر کے سارے افراد کام کرتے ہیں اور گھر کا بجٹ پھر بھی پورا نہیں ہوتا۔عوام کی پریشانی ہے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔مہنگائی زوروں پر ہے۔گو کہ اس بجٹ میں نیچے گریڈ کے حکومتی ملازمین کی تنخواہ اور پنشن میں ۱۰/فی صد کا اضافہ کیا ہے اور ۲۱۔ ۲۲ گریڈ میں کچھ بھی اضافہ نہیں کیا گیا۔فوج نے بھی دفاحی بجٹ میں کسی اضافے کا مطالبہ نہیں کیا۔مگر عوام پر ۱۱/کھرب کے نئے ٹیکس لگائے جائیں گے جس مہنگائی مذید بڑے گی۔عوام کی مشکلوں میں اضافہ ہوگا۔ملک کا سب سے بڑا مہنگائی مزید بڑے گی۔عوام کی مشکلوں میں اضافہ ہوگا۔ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن ہے۔جس دن ملک سے کرپشن کلچر ختم ہو گیا اس دن سے ملک خوشحال ہوتا جائے گا۔ہمارے حکمرانوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ کرپشن میں ملوث ہیں۔کتنے شرم کی بات ہے کہ پیپلز پارٹی کے زرداری دور میں باہر ملک سے جو امداد ملتی تھی وہ کرپشن کی نظر ہو جاتی تھی۔ایک وقت آیا کی بیرون ملک والے کہنے لگے کہ ہم پیپلز پارٹی کی حکومت کو امداد نہیں دیں گے وہ کرپٹ ہیں۔ہم خود بلا واسطہ پاکستانی عوام کو امداد دیں گے۔اس طرح بیرون ملک اپنے من پسند این جی اوئز کے ذریعے امداد تقسیم کرتے رہے۔امریکی این جی او سیف دی چلڈرن نے اسی امداد سے ملک دشمن سرگرمیاں کیں۔بچوں کو ویکسین پلانے کے لیے اپنے جاسوس بھرتی کیے۔ان جاسوسوں نے ایبٹ آباد میں گھر گھر جا کر اسامہ بن لادن کو تلاش کیا۔ڈاکٹر شکیل آفریدی اس مہم کا انچارج تھا۔جو پاکستان سے غداری کا مرتکب ہوا۔اب ملک وقوم میں بدنامی کے ساتھ ساتھ سزا بھگت رہا ہے۔ایسی اور درجنوں این جی اوز ہیں جو بیرونی سرمایا سے ملک پاکستان میں جاسوسی کرر ہی ہیں۔غریب عوام کی مدد کرنے کے بہانے ان کے ذہن تبدیل کر رہے ہیں۔بے حیائی پھیلا رہی ہیں۔ان ہی این جی اوز کی عورتیں عوامی مقامات پر پلے بورڈ پکڑے گھڑی ہوتی ہیں جس پر لکھا ہوتا ہے۔میرا جسم میں جیسے استعمال کروں میری مرضی۔یہ جو دہشت گردی ہے اس کے پیچھے دردی ہے۔ہم ابوجہل کا دن منائیں گے کیونکہ وہ سب سے بڑا قوم پرست تھا۔یہ سب بیرونی امداد کے شاخسانے ہیں۔نہ ہی ان ملک دشمنوں کو کرپشن کا پیسا ملے اور نہ ہی وہ ملک دشمن سرگرمیوں ملوث ہوں۔ددسری طرف سیاستدانوں نے سیاست کو انڈسٹری کا درجہ دے دیا ہے۔سیاست میں انوسٹمنٹ کرتے ہیں پھر واپس کئی گناہ منافع کے ساتھ کرپشن کر کے وصول کرتے ہیں۔ایک کروڑ لگاؤ۔الیکشن جیت کر ایک ارب کماؤ کا ریٹ چل رہا ہے۔جس سیاسی پارٹی کا وزیر اعظم بنتا ہے اُس کے تو وارے نہارے ہو جاتے ہیں۔دوسری طرف منی لانڈرنگ کے ذریعے کرپشن کا پیسہ باہر منتقل کر دیتے ہیں۔لانچوں کے ذریعے پیسے باہر بھیجتے ہیں۔ماڈلز گرل کے ذریعے ڈالر باہر منتقل کرتے ہیں۔پان والے، ریڑھی والے اور لسی والے کے جعلی اکاؤنٹوں کے ذریعے منی لانڈرنگ کرتے ہیں۔بے نظیر صاحبہ وزیر اعظم پاکستان کا بیان ریکارڈ پر موجود ہے جس میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان میں سرمایہ محفوظ نہیں ہوتا اس لیے سیاست دان اپنا سرمایہ باہر رکھتے ہیں۔ان کے سادگی پر قربان جائیں۔آپ ملک کی وزیر

اعظم ہیں آپ قانون سازی کر کے ملک کا پیسا باہر رکھنے سے روکتی کیوں نہیں؟ اس طرح نواز شریف صاحب سے اگر کوئی معلوم کرتا ہے آپ کی آمدنی سے اخراجات زیادہ ہے تو ملک کے وزیر اعظم ہوتے ہوئے کہتے ہیں آپ کو کیا تکلیف ہے اگر میرا رہن سہن میری آمدنی سے لگا نہیں کھاتا۔ کیا زرداری اور نواز شریف کے اثاثے باہر نہیں۔ کیا وہ عدالت سے کرپشن ثابت ہونے پر سزا نہیں کاٹ رہے۔ اب زرداری کو نیپ نے جیل میں بند نہیں کر دیا۔ مہذب دنیا میں کسی سیاسی لیڈر پر کرپشن کا الزام لگ جائے تو وہ پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے سیاست دان وکٹری کا نشان بنا کر جیل جاتے ہیں۔ کیا عوام کو نہیں پتا کہ نواز شریف، شہباز شریف اور زرداری نے ملک کو لوٹا۔ عمران خان صحیح ہی تو کہتا ہے کہ دس سال کے اندر ملک ۲۴ ارب ڈالر کا مقروض ہو گیا۔ ۶ ارب ڈالر سے ۳۲ ارب ڈالر قرضے کیسے پہنچ گئے۔ عمران خان نے اس پر ایک خودمختار کمیشن بنانیکا اعلان کیا ہے کہ دیکھا جائے، یہ قرضوں کا پیسہ کہاں گیا۔ عمران خان نے بجٹ کے بعد قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب میں حکومت میں آیا تو ۲ ۳ ارب ڈالر قرضے کا سود ادا کرنے چین، سعودی عرب اور قطر سے قرض مانگ کر پاکستان کو دیوالہ ہونے سے بچایا۔ اب ۶ ارب ڈالر آئی ایم ایف سے قرضے کا معاہدہ کیا تاکہ ملک کے اخراجات پورے ہوں۔

کتنی ستم ظریفی ہے کہ حکومت کی مدد کرنے کے بجائے کہتے ہو، کہ تم تو کہتے تھے کہ آئی ایم ایف کے پاس جانے سے بہتر ہے کہ بندہ خودکشی کر لے۔ اللہ کے بندوں تمھارے کرتوتوں اور تمھارے وقت کے قرضوں کا سود ادا کرنے کے لیے نئے قرضے لینے کے مجبوراً آئی ایم ایف سے قرضہ لینا پڑھ رہا ہے۔ عمران خان نے کہا کہ میرے ملک کے غریب عوام کا جینا پیپلز پارٹی اور نواز لیگ کے لیڈروں نے حرام کر دیا ہے۔ میں نے اب ملک کو دیوالیہ ہونے تو بچالیا۔ اب میں سارا وقت تم دونوں سے عوام کا ہڑپ کردہ پیسا نکالوں گا۔ عمران خان نے کہا کہ دونوں پارٹیوں نے ایک دوسرے کے خلاف کرپشن کے مقدمے قائم کیے تھے۔ دونوں نے ملک کر نیب کا چیف لگایا تھا۔ میں نے نہ نیب کا چیف لگایا نہ ہی پرپشن کے مقدمے قائم کیے۔ دونوں پارٹیوں نے میثاق جمہورت کیا تھا۔ اصل میں وہ کرپشن میں ایک دوسرے کو نہ پکڑنے کا میثاق تھا۔ عمران خان نے سختی سے کہا کہ ملک سے کرپشن ختم کر کے رہوں چاہے میری جان چلی جائے۔ واقعی اس ملک سے اگر کرپشن ختم ہو جائے تو یہ ملک عظیم بن سکتا ہے اور یہ کام عمران خان نے اپنے سر لے لیا ہے۔ مگر ہم عمران خان وزیر اعظم صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کام کے ساتھ ساتھ ملک کے غریب عوام کے سروں سے مہنگائی کے عذاب کو ٹالنے کی بھی کوششیں جاری رکھے۔

انگریزی حکومت مسلمانوں کی عام اخلاقی پستی کا نتیجہ!!

مولانا مودودی لکھتے ہیں: ”مسلمانوں کی عام اخلاقی پستی اس حد کو پہنچ گئی کہ ان کے عوام سے لے کر بڑے بڑے ذمہ دار لوگوں تک کسی میں بھی اپنی ذات کے سوا دوسری کسی چیز کی وفاداری باقی نہ رہی جو انہیں دین فروشی، قوم فروشی اور ملک فروشی سے روکتی۔ ان میں ہزاروں لاکھوں پیشہ ور سپاہی پیدا ہونے لگے جن کی اخلاقی حالت پالتو کتوں کی سی تھی کہ جو چاہے روٹی دے کر انہیں پال لے اور پھر جس کا دل چاہے ان سے شکار کرا لے۔ ان میں یہ احساس بھی باقی نہ رہا کہ یہ ذلیل ترین پیشہ، جس کی بدولت ان کے دشمن خود انہی کے ہاتھوں ان کا ملک فتح کر رہے تھے، اپنے اندر کوئی ذلت کا پہلو بھی رکھتا ہے غالبؔ جیسا شخص فخریہ کہتا ہے کہ ”سو پشت سے ہے پیشہء آباء سپہ گری“۔ یہ بات کہتے ہوئے اتنے بڑے شاعر کو ذرا خیال تک نہ گزرا کہ پیشہ ورانہ سپہ گری کوئی فخر کی بات نہیں، ڈوب مرنے کی بات ہے۔“

جب ان کی یہ حالت ہو گئی تو خدا نے ان کی معزولی کا بھی فیصلہ کر لیا اور ہندوستان کے انتظام کا منصب پھر نئے امیدواروں کے لیے کھل گیا۔ اس موقع پر چار امیدوار میدان میں تھے۔ مرہٹے، سکھ، انگریز اور بعض مسلمان رئیس۔ آپ خود انصاف کے ساتھ، قومی تعصب کی عینک اتار کر اس دور کی تاریخ اور بعد کے حالات کو دیکھیں گے تو آپ کا دل گواہی دے گا کہ دوسرے امیدواروں میں سے کسی میں بھی بناؤ کی وہ صلاحیتیں نہ تھیں جو انگریزوں میں تھیں اور جتنا بگاڑ انگریزوں میں تھا اس سے کہیں زیادہ بگاڑ مرہٹوں، سکھوں اور مسلمان امیدواروں میں تھا۔ جو کچھ انگریزوں نے بنایا وہ ان میں سے کوئی نہ بنا تا اور جو کچھ انہوں نے بگاڑا اس سے بہت زیادہ یہ امیدوار بگاڑ کر رکھ دیتے۔ مطلقاً دیکھئے تو انگریزوں میں بہت سے پہلوؤں سے بے شمار برائیاں آپ کو نظر آئیں گی۔ مگر مقابلتاً دیکھیے تو اپنے ہم عصر حریفوں سے ان کی برائیاں بہت کم اور ان کی خوبیاں بہت زیادہ نکلیں گی۔“

کیا یہ وہی دَور تو نہیں؟

(قسط:2)

شگفتہ حسن صاحبہ-لندن

گزشتہ شمارہ میں خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا نظام قائم ہو کر ادیان باطلہ پر غالب آجانے کے متعلق بیان کیا گیا تھا، اور مسیح و مہدی علیہ اسلام کے دور کی کچھ نشانیاں بیان کی گئیں تھیں، آخری دور کی مزید نشانیاں پیش خدمت ہیں:

امام السفارینی فرماتے ہیں:-

”**ای من العلامات العظمیٰ وھی اولھا ان یظھر الامام المقتدیٰ الخاتم لائمۃ**“ قیامت کی بڑی یعنی قریب تر اور اولین نشانیوں میں خاتم الائمہ محمد مہدی کا ظہور ہے۔ (لوائح الانوار البھیۃ جلد ۲ صفحہ ۶۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **تکون فی اُمّتی فزعۃ فیصیر الناس الیٰ علمائھم فا ذاھم قردۃ وخنازیر** ۔یعنی میری اُمّت میں ایک گھبراہٹ اور بے چینی پیدا ہوگی جس پر لوگ اپنے علماء کی طرف جائیں گے تو دیکھیں گے وہاں تو بندر اور سؤر بیٹھے ہیں۔

(کنز العمال جلد ۱۶ صفحہ ۸۰ حدیث نمبر ۳۸۷۲۷ ناشر موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۸۵ء، عن ابی امامۃ الترمذی الحکیم فی نوادر الاصول)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”**یاتی علی الناس زمان یستخفی المومن فیھم کما یستخفی المنافق فیکم الیوم**“ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ان میں مومن اسی طرح پوشیدہ رہیں گے جس طرح تم میں آج منافق چھپتے پھرتے ہیں۔ (عن جابر۔دیلمی فی مسند فردوس)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”**یاتی علی الناس زمان یحجون و یصلون و یصومون وما فیھم مومن**“ ترجمہ:”لوگوں پہ ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ حج کریں گے، نمازیں پڑھیں گے اور روزے رکھیں گے مگر اُن میں کوئی مومن نہ ہوگا۔“

(عن خیثمہ عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ جب باطل اِس قدر پَر پُرزے پھیلا چکا ہوگا کہ حق کی تلاش مُشکل ہو جائے گی۔

(نہج البلاغۃ صفحہ ۲۰۴ بحوالہ الشیعۃ والسنیہ صفحہ ۹)

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”آخری زمانہ میں جاہل عبادت گزار اور فاسق قاری ہوں گے۔“

(حلیۃ الاولیاء، مستدرک حاکم، کنز العمال جلد ۱۴ صفحہ ۳۸۴۸ بحوالہ ماہنامہ بناتِ عائشہ جون ۲۰۱۰ء)

سیدنا عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میرا زمانہ تمہارے تمام زمانوں سے بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد والا، پھر اس کے بعد والا، اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو گواہی دیں گے اور ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ وہ خائن ہوں گے، امین نہیں ہوں گے۔ نذر مانیں گے مگر پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹا پا ظاہر و نمایاں ہوگا۔“

(بلوغ المرام۔باب شہادتوں کا بیان۔حدیث نمبر ۱۲۰۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

”تم میں پچھلی امتوں کی بیماری ضرور پھیلے گی اور وہ بغض و حسد ہے جو کہ اُسترے کی طرح ہے لیکن یہ اُسترا دین کو کاٹتا ہے نہ کہ بالوں کو، اُس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمدؐ کی جان ہے! تم اُس وقت تک جنّت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک مومن نہ ہو جاؤ اور اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اُس پر عمل کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو؟ تم آپس میں سلام کو عام کرو۔“

(مسند احمد جلد ا صفحہ ۲۴۸ بحوالہ جہنم میں لے جانے والے اعمال ص ۱۹۰)

رسول اللہ ﷺ نے آخری زمانے کے مسلمانوں کے بارے میں فرمایا:۔

”وہ قرآن مجید کی تلاوت کریں گے مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ اسلام سے اِس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔“ (مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۱۲)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

”میری اُمّت میں قیامت تک ایک جماعت رہے گی، جس کی خُدا کی جانب سے مدد ہوتی رہے گی۔ جو ان کا ساتھ نہ دے گا، انہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔“ (مشکوۃ، بناتِ عائشہ ماہنامہ جون ۲۰۱۰ء صفحہ ۷۶) (آخری زمانہ میں امام مہدی و مسیح موعود کی جماعت مراد ہے نہ کہ ۷۲ ناری فرقے۔امام آخر الزماں سے پہلے مجددین کی اللہ تعالیٰ مدد کرتا رہا ہے)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جب تم میں بھی وہی (خرابیاں) ظاہر ہونے لگیں گی۔ جو سابقہ قوموں میں تھیں“، ہم نے عرض کیا ”سابقہ قوموں میں کیا خرابیاں

ظاہر ہوتی تھیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا!''جب تم میں پست ذہنیت کے لوگ حکمران بن جائیں گے، بڑوں میں بے حیائی پھیل جائے گی اور گھٹیا قسم کے لوگوں کے پاس علم رہ جائے گا''۔(ایسا ہوگیا ہے۔ایسے حالات میں نبی بھیجنا سنّت اللہ ہے۔صحیح مسلم کی حدیث میں امت محمدیہ میں نازل ہونے والے مسیح ومہدی علیہ السلام کو چار مرتبہ نبی اللہ کہا گیا ہے۔)

(سنن ابی ماجہ کتاب الفتن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''آخرزمانہ میں میری اُمّت کی ایک قوم کو مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا'' صحابہؓ نے عرض کیا ''یارسول اللہ ﷺ خواہ وہ اس بات کی گواہی دیتے ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں'' فرمایا''ہاں خواہ نمازیں پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں، حج کرتے ہوں'' عرض کی گئی ان کا جُرم کیا ہوگا؟'' فرمایا: وہ عورتوں کا گانا سنیں گے اور باجے بجائیں گے اور شراب پییں گے اسی لہو ولعب میں رات گذار دیں گے اور صبح کو بندر اور خنزیر بنا دیے جائیں گے۔

(عمدۃ القاری صفحہ ۵۹۳ جلد ۱۳ دارالفکر بیروت بحوالہ گانوں کے ۳۵ کفریہ اشعار از الیاس عطار صفحہ ۷ شائع کردہ مجلس مکتبہ المدینہ کراچی)

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ آنحضرت ﷺ سے خیر کی باتیں پوچھا کرتے تھے اور میں آپ ﷺ سے شرّ کے بارے میں تحقیق کیا کرتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھے لاعلمی کی وجہ سے پہنچ جائے، فرماتے ہیں، میں نے (ایک دفعہ) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت اور شر میں پھنسے ہوئے تھے، حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بدولت، ہمارے پاس یہ خیر بھیج دی (یعنی اسلام) تو کیا اِس خیر کے بعد بھی کوئی شرّ ہوگا؟ فرمایا: ہاں، میں نے کہا اور اُس شرّ کے بعد کوئی خیر ہوگی؟ فرمایا: ہاں، مگر اُس میں کدورت ہوگی، میں نے کہا کدورت کیا ہوگی؟ فرمایا کچھ لوگ ہوں گے جو میری سنّت کے بجائے دوسری چیزوں کی تلقین کریں گے، ان میں نیک و بد کی آمیزش ہوگی، میں نے کہا اچھا اِس خیر کے بعد بھی کوئی شرّ ہوگا؟ فرمایا: ہاں! جہنم کے دروازوں پر بُلانے والے ہوں گے جو اُن کی دعوت پر لبیک کہے گا، اُسے جہنّم جھونک دیں گے، میں نے کہا یارسول اللہ! ذرا اُن کا حال تو بیان فرمایئے، فرمایا وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان بولیں گے۔ میں نے عرض کیا، اگر یہ بُرا وقت مجھ پر آ جائے تو آپ ﷺ مجھے کیا ہدایت فرماتے ہیں، فرمایا! مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام سے چمٹے رہنا، میں نے کہا اگر اس وقت نہ مسلمانوں کی جماعت ہو نہ امام تو پھر؟ فرمایا: پھر ان تمام فرقوں سے الگ رہو خواہ تمہیں کسی درخت کی جڑ میں جگہ بنانا پڑے، حتیٰ کہ اسی حالت میں تمہاری موت آ جائے۔'' (صحیح بخاری میں ہے کہ تو پھر ایسا کر کہ ''ان تمام فرقوں سے الگ رہ، جنگل میں دور دراز چلا جا۔ اگر وہاں کچھ کھانے کو نہ ملے تو خواہ کسی درخت کی جڑ مرنے تک چباتا رہ۔'')

(مشکوٰۃ صفحہ ۴۶۱، بخاری کتاب الفتن جلد ۸ صفحہ ۳۴۴ حدیث نمبر ۷۰۸۴)

ابن مسعودؓ نے فرمایا یہ وہ وقت نہیں ہے آج تو تمہاری باتیں مان لی جاتی ہیں لیکن ہاں ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ نیک باتیں کہنے اور بھلائی کا حکم کرنے والوں کے ساتھ ظلم و زیادتی کی جائے گی اُس وقت تم صرف اپنے نفس کی اصلاح کے لیے لگ جانا۔

(تفسیر ابن کثیر پارہ ۷ صفحہ ۳۰ سورۃ مائدہ رکوع ۱۴ کی تفسیر میں)

حضرت اسامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ہم تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات کو دیکھ رہے ہیں۔

(صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''زمانہ جلدی جلدی گزرے گا اور دین کا علم دُنیا میں کم ہو جائے گا اور دلوں میں بخیلی سما جائے گی اور لڑائی بڑھ جائے گی۔صحابہؓ نے عرض کی ھرج کیا ہوتا ہے؟ فرمایا: قتل خُون ریزی۔'' (بخاری حدیث نمبر ۷۰۶۳)

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ آخرزمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سُنی ہیں اور نہ تمہارے آباؤاجداد نے سُنی ہیں۔ پس تم اپنے آپ کو ان سے اور ان کو اپنے آپ سے بچائے رکھو، کہ وہ تم کو گمراہی اور فتنہ میں ڈال دیں۔(مولوی بھی ایسی ہی کہانیاں سناتے ہیں اور ان کے مرید واہ واہ کرتے ہیں)

(بحوالہ وہابی مذہب کی حقیقت از محمد ضیا اللہ قادری صفحہ ۲۷، ۲۸)

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''ولا تقوم الساعته حتی لا یحج البیت'' قیامت سے پہلے ایسا وقت بھی آئے گا کہ حج نہ کرنے دیا جائے گا۔ (کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۶)

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نبی اکرم ﷺ سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:''عنقریب تم پر ایسے لوگ امیر بنائے جائیں گے کہ بعض کو تم پسند کرو گے اور بعض کو ناپسند۔''

(بقیہ حصہ اگلے شمارہ میں دیکھیں)

''یورپ کے احیائے علوم پر اسلامی اثرات''

زکریا ورک
ٹورنٹو کینیڈا

یہ مقالہ ابن سینا اکیڈیمی علی گڑھ میں سالانہ خطبہ کے طور پر نومبر ۲۰۱۳ء کو پڑھا گیا تھا

گزشتہ شمارہ میں ابوبکر زکریا رازی تک کے احوال بیان کیے گئے تھے، جناب زکریا ورک صاحب کے قیمتی مقالہ کا بقایا حصہ معزز قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

شیخ الرئیس ابن سینا (ایران وفات 1037ء)

ابوعلی الحسین ابن سینا کو یورپ میں پرنس آف فزیشنز کا خطاب دیا گیا تھا۔ اسلامی دنیا میں آپ کے طب میں ممتاز مقام کی وجہ سے آپ کو شیخ الرئیس اور حجۃ الحق کہا جاتا ہے۔ آپ کے فن پارے کا نام القانون فی الطب Priciples of Medicine ہے۔ القانون ضخیم اور بلند پایہ انسائکلو پیڈیا ہے جس میں دس لاکھ الفاظ ہیں۔ ہندوستان اور اسلامی دنیا میں القانون ابھی تک علاج معالجے کیلئے استعمال ہوتی ہے۔ یورپ میں اس کا لاطینی ترجمہ آپ کی وفات کے ایک سو سال بعد ہو گیا تھا۔ تیرھویں اور چودھویں صدی میں القانون یورپ کی کئی ملکوں اٹلی، فرانس ڈنمارک کے سکولوں میں دستیاب تھی۔ یورپین میڈیکل کالجوں کے نصاب میں یہ 1650ء تک شامل تھی۔ یونیورسٹی آف پیڈوا کے طبی نصاب میں یہ 1767ء جبکہ یونیورسٹی آف بولونیا کے طبی نصاب میں یہ 1800ء تک شامل رہی تھی۔ پندرھویں صدی میں القانون نے 16 ایڈیشن اور سولہویں ایڈیشن میں 20 ایڈیشن شائع ہوئے تھے۔ جرمن ایڈیشن 1796 میں ہالے Halle کے شہر سے شائع ہؤا تھا۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ 87 مرتبہ ہو چکا ہے۔ یونیسکو کے جرنل Courier کے مطابق القانون برسلز یونیورسٹی میں 1909ء تک پڑھائی جاتی تھی۔ ایک زمانے میں پیرس کی فیکلٹی آف میڈیسن میں کل نو کتابیں تھیں جو الحاوی اور القانون پر مشتمل تھیں۔ آج بھی پیرس یونیورسٹی کے میڈیکل کالج کے بڑے ہال میں دیوار پر رازی اور ابن سینا کی پورٹریٹ موجود ہیں۔

ابوالقاسم الزہراوی (1013ء)

الزہراوی اسلامی سپین کا دیو قامت سرجن تھا۔ سرجری کے موضوع پر اسکی شاہکار تصنیف کتاب التصریف یورپ میں پانچ سو سال تک میڈیکل کالجوں کے طبی نصاب میں شامل رہی۔ اس میں سرجری کے 200 آلات کی ڈایاگرام دی گئیں تھیں۔ 30 آلات سرجری ایسے تھے جو اس نے سرجری کے دوران خود استعمال کئے تھے۔ جیسے Hooks,Syringes,Scalpels, Specula, Rods, Forceps اسپین میں زہراوی کے آلات کی نقلیں تیار کی گئیں اور پھر قرطبہ کے میوزیم آف اندلس میں رکھوا دیا گیا۔ اوزاروں کی نقلیں مدینۃ الحکمت کراچی میں بھی موجود ہیں۔ کتاب میں موتیا بند کے آپریشن کا ذکر ہے، ہیموفیلیا کا ذکر ہے۔ اس نے ڈنچرز گائے کی ہڈی سے بنائے جبکہ اس کے سات سو سال بعد امریکہ کا صدر جارج واشنگٹن لکڑی کے ڈینچر لگایا کرتا تھا۔ اس نے گلے کی تھائی رائڈ اور کینسر آف تھائیرائیڈ میں فرق بتایا۔ اس نے مثانہ کا آپریشن کیا۔ مریضوں کیلئے ہسپتال میں عیادت کیلئے جانیوالے پھول لیکر جائیں یہ روایت اس نے شروع کی۔ آپریشن روم میں سبز رنگ کا اوورکوٹ پہننا اس نے شروع کیا۔ اس نے ہڈیوں کو جوڑنے کا طریقہ ایجاد کیا۔ ہڈیوں کو کاٹنے کے اوزار بنائے۔

زہراوی کے علم جراحی کا اثر یورپ کے سرجنوں پر گیارھویں صدی سے سولہویں صدی یعنی پانچ سو سال تک رہا۔ فرنچ سرجن گی دا چولیاک Guy de Chauliac d. 1368 کی سرجری پر کتاب اور زہراوی کی کتاب کا لاطینی ترجمہ اکھٹی ایک جلد میں شائع ہؤا کرتی تھیں۔ اطالوی سرجن پیٹر آرگے لاٹا Pietre Argelatta d.1423 نے زہراوی کو تمام سرجنوں کا سرجن قرار دیا تھا۔ اور فرنچ سرجن جاک ڈیلچان Jacques Delchans d.1588 نے اپنی تحریروں میں زہراوی کا حوالہ بار بار دیا تھا۔ اسکے علاوہ کثیر تعداد میں یورپین سرجنوں نے زہراوی کے حوالے دیئے اور اس کے جراحی کے علم سے اکتساب فیض کیا تھا۔

اس نے اکھڑے شانے dislocated shoulder کو ٹھیک کرنے کا طریقہ ایجاد کیا جس کو یورپ میں Kocher's method کہا جاتا ہے۔ علم الولادت میں جنین کی پوزیشن بیان کی جو یورپ میں والشر پوزیشن کہلاتی ہے۔ زہراوی نے شریانوں کو باندھنے کا طریقہ دریافت کیا یعنی Ligaturing blood vessels۔ مگر اس کا کریڈٹ فرنچ سرجن امبروس پارے Ambrose Pare d.1590 کو دیا جاتا جو چھ سو سال بعد ہو

گزرا۔زہراوی نے ریڑھ کی ہڈی کی دق کا ذکر کیا جو یورپ میں برطانوی ڈاکٹر پرسیوال پاٹ Percival Pott d.1788 کے نام سے Pott's disease کہلاتا ہے۔آرائش وزیبائش کیلئے اس نے درج ذیل چیزیں بنائیں:

He invented under arm deodrant, hair removing sticks, hand lotions, made dyes to turn blond hair to black, even corrected curly hair, mentioned benefits of sun-tan lotions, suggested cardamom for bad breadth, or chewing corriander leaves. Invented methods to bleech teeth, for cold he suggested a mixture of camphor, musk and honey (similar to Vick's vapour rub used in the US)

طب کی تاریخ پہلی بار اس نے ایسے مرض کا ذکر کیا جو ماں اپنی اولاد نرینہ کو منتقل کرتی ہے لیکن خود متاثر نہیں ہوتی اس کو ہیموفیلیا Haemophilia کہا جاتا ہے۔ٹانکوں کیلئے اس نے کیٹ گٹ Catgut کا استعمال شروع کیا جس کو انسانی جسم جلدی قبول کر لیتا اور جسم میں خود ہی گھل مل جاتا ہے۔اس نے ایسے خاندانوں کا ذکر کیا جن میں مرد معمولی سی چوٹ لگنے پر جریان خون سے عدم آباد کو روانہ ہو جایا کرتے تھے۔جب خون بہنا شروع ہوتا تو رکتا ہی نہیں تھا۔زخم بند کرنے کیلئے ریشم کے دھاگے کا استعمال اس نے شروع کیا۔اس نے شاذ و نادر رونما ہونیوالے مرض Thrombophlibitis اور مائیگرین Migraine کو بیان کیا۔اس نے صدمے کے علاج Traumatology، کیلئے قابل ذکر تحقیقی کام کیا۔گردن کے زخم،سانس کی نلی پر ضرب،پھیپھڑوں اور آنتوں کو ملنے والی صدماتی چوٹوں کو نہایت صفائی سے بیان کیا۔معدے اور آنتوں کی سرجری کیلئے نئے طریقے دریافت کئے۔اس نے نہایت باریک مشاہدے کے بعد بتایا کہ قولن کے زخم جلدی بھر جاتے ہیں(Colon wounds) جریان خون روکنے کیلئے عمل جراحی کے بنیادی اصول آج بھی وہی ہیں جو اس نے بیان کئے مگر آلات اعلیٰ بن گئے ہیں۔

ابوالحسن ابن الہیثم (قاہرہ متوفی1039ء)

ابوالحسن ابن الہیثم مصر کا عالی شان ریاضیداں،سائنسداں،ہیئت داں،فلاسفر تھا جس نے علم بصارت،علم ریاضی،علم ہیئت میں اعلی درجے کی کنٹری بیوشنز کی تھیں۔اس نے اقلیدس،بطلیموس،ارسطو کی کتابوں کی شرحیں لکھی تھیں۔اس نے ۱۰ سال کے عرصہ میں دوصد کتابیں زیب قرطاس کیں جن میں ۵۵ ہم تک پہنچی ہیں جن میں سے کئی ایک کے تراجم عربی سے نہیں کئے گئے۔

ابن الہیثم کو جدید علم بصریات کا جد امجد Father of Optics تسلیم کیا جاتا ہے۔اس نے سب سے پہلے بیت مظلمہ Camera Obscura کا تصور دنیا کو ودیعت کیا تھا جس سے جدید کیمرہ کی ایجاد ممکن ہوئی تھی۔پروفیسر الخلیلی کی تحقیق کے مطابق نیوٹن کی ذاتی لائبریری میں کتاب المناظر کا لاطینی ترجمہ دریافت ہوا ہے۔اس نے سب سے پہلے سائنٹفک میتھڈ وضع کیا اور سائنس میں تجربات اور ان سے حاصل ہونیوالی شہادت empiricism کو بنیادی قرار دیا تھا۔وہ پہلا سائنسدان تھا جس نے ثابت کیا دیکھنے کا عمل بجائے آنکھ کے دماغ میں وقوع پذیر ہوتا ہے۔اس نے مزید کہا کہ روشنی کی شعاعیں اشیاء سے خارج ہو کر ہماری آنکھوں میں جاتیں، بجائے اس کے کہ آنکھ میں سے شعاعیں نکل کر اشیاء تک جائیں۔اس چیز کو بصارت کی انٹرومشن تھیوری کہا جاتا جس کیلئے اس نے مشاہدہ، تجربہ اور عقلی دلائل پر انحصار کیا تھا۔روشنی کے متعلق اس نے نئی تھیوری اختراع کی جس کو اب یورپ میں Fermat Principle of least time کا نام دے دیا گیا ہے جو کہ بددیانتی کی صریح مثال ہے۔اسی طرح حرکت کا ایک قانون وضع کیا جو بعد میں نیوٹن کے پہلے لاءآف موشن کا حصہ بن گیا۔

اس نے تجربات سے ثابت کیا کہ روشنی خط مستقیم میں سفر کرتی ہے۔اس عراقی سائنسدان نے کہا کہ تمام اجرام سماوی فزکس کے قوانین کے طابع ہیں۔اس نے کتاب میزان الحکمۃ میں اجرام کے مابین کشش کی تھیوریز پر اظہار خیال کیا۔اس کے علاوہ نمبر تھیوری میں ایک نیا اصول وضع کیا جس کو اب یورپ میں Wilson Theorem کا نام دے دیا گیا ہے۔اس نے مون الوزن Moon Illusion کی وضاحت پیش کی کہ چاند افق پر بڑا کیوں نظر آتا مگر آسمان پر چھوٹا نظر آتا؟ چاند پر اس نے خاص رسالہ مقالہ فی ضوالقمر لکھا تھا۔ابوالحسن راسخ العقیدہ مسلمان تھا جس کا کہنا تھا کہ انسان خطا کا پتلا ہے جبکہ خدا ہی کامل واکمل ہے۔اس کا کہنا تھا فطرت کی سچائی جاننے کیلئے انسانی رائے کو خارج کر دینا ضروری ہے اور فطرت کو تجربات کے ذریعہ خود بولنے دینا چاہئے۔

اس کی معرکہ آرا تصنیف کا نام کتاب المناظر Book of Optics ہے جس سے راجر بیکن Bacon، کیپلر Kepler، وٹلو Witlo اور نیوٹن نے استفادہ کیا تھا۔یہ کتاب لائٹ اور ویژن پر ہے۔کتاب میں پیش کئے گئے ہر مفروضے کا اس نے فزیکل ٹیسٹ یا میتھمیٹکل پروف پیش کیا تھا۔اس مفروضے کو ٹیسٹ کرنے کیلئے کہ لائٹس اور کلر ہوا میں بلینڈ نہیں ہوتے اس نے بیت المظلمہ ایجاد کیا تھا۔

اپنی تمام تحقیقات میں سائیٹفک میتھڈ پر عمل کیا تھا۔

کتاب المناظر کا ترجمہ تیرھویں صدی میں De aspectibus کے نام سے کیا گیا۔ راجر بیکن جس کو ورپ کا پہلا سائنسدان کہا جاتا اس کی علم بصارت پر کتاب Opus Majus کا پانچواں حصہ ابن الہیثم کی کتاب کا خلاصہ بلکہ چربہ ہے۔بیکن نے ابن الہیثم کے تمام تجربات کو اپنی شاہکار کتاب میں بیان کیا تھا۔

ڈکشنری آف سائیٹفک بیوگرافی، سائنسدانوں کا انسائیکلو پیڈیا ہے جو 16 جلدوں پر مشتمل ہے۔اس میں ابن الہیثم کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کا تحقیقی اور سائنسی کام چھ سو سال تک بے نظیر رہا تا آنکہ جوہانس کیپلر پیدا ہوا۔راجر بیکن جس کو یورپ کا پہلا سائنسدان کہا جاتا اس نے اپنی کتاب میں اس کا نام لے کر ذکر کیا تھا۔بیکن کی کتاب المناظر کا پانچواں حصہ ابن الہیثم کی کتاب کا خلاصہ بلکہ چربہ ہے۔اس کی متعدد کتابوں کے تراجم جرمن زبان میں بیسویں صدی میں کئے گئے تھے۔سچائی کے خواہشمند کو اس نے یہ نصیحت کی تھی:

The seeker after truth is not one who studies the writings of the ancients and, following his natural disposition, puts his trust in them,but rather the one who suspects his faith in them and questions what he gathers from them, the one who submits to argument and demonstration

الشکوک علی بطلیموس میں ابن الہیثم نے بطلیموس کی تین کتابوں Almagest, Planetary Hypotheses, and Optics پائے جانیوالی غلطیوں اور تضادات کی نشاندہی کی تھی خاص طور پر جن امور کا تعلق علم ہیئت سے تھا۔ان تضادات کی نشادہی کے بعد اس کا ارادہ تھا کہ ایک کتاب میں ان کے صحیح حل اور جواب پیش کرے۔گو یا اس کا ارادہ بطلیموس کی نظام ہیئت کو مرمت کرنا اور مکمل کرنا تھا نہ کہ اس کا متبادل۔سائنسی علم حاصل کرنے کے بارے میں اس نے کہا صحیح علم اس وقت حاصل ہوتا جب اتھارٹیز کو چیلنج کیا جائے۔

Truth is sought for itself [but] the truths, are immersed in uncertainties [and the scientific authorities (such as Ptolemy, are not immune from error.

ابن رشد(قرطبہ متوفی 1198ء)

ابن رشد القرطبی بارھویں صدی میں اسلامی سپین کا عظیم فلاسفر قاضی القضاۃ طبیب اور شارح ارسطو تھا۔مشرق کے اسلامی ممالک میں تو آپ کی قدر نہ کی گئی مگر یورپ میں آپ کی تفاسیر ارسطو نے علمی انقلاب بپا کیا۔یورپ میں دانشور ارسطو کو حکمت و دانش کا سرچشمہ مانتے ہیں اسلیئے ارسطو کو جاننے اور سمجھنے کیلئے ابن رشد کی تفاسیر اور شرحوں کا مطالعہ ناگزیر تھا۔ابن رشد کا لازوال کارنامہ ارسطو کی 38 کتابوں کی شرح اور تلخیص تیار کرنا تھا۔یورپ میں اس کو شارح ارسطو The Commentator کا لقب دیا گیا تھا۔

ابن رشد اور نیوٹن

اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک SUNY کے پروفیسر ویرن بولوح Vern Bulough کا کہنا ہے کہ پیڈوا(اٹلی) کے پروفیسروں نے منطق کے اصولوں کا اطلاق میڈیسن پر اسی طرح کیا تھا جس طرح ابن سینا اور ابن رشد نے کیا تھا۔اس کے نتیجہ میں سائنس میں ریزولیوشن اینڈ کمپوزیشن کا آغاز ہوا جس میں تجربہ کی ضرورت پر شدید زور دیا گیا تھا۔اس اصول کے تحت ابن رشد کی تھیوریز کو ٹیسٹ کیا گیا مثلاً اس کی وضع کردہ تھیوری آف کلر۔اس تھیوری آف کلر کو مدنظر رکھ کر معروف سائنسدانوں (نیوٹن) نے اپنی تھیوریز کو ٹیسٹ کیا اور پھر اس کے نتیجہ میں اپنی تھیوریز آف کلر وضع کی تھیں۔

جہاں تک تخلیق کے عمل کا تعلق ہے ابن رشد کا نظریہ تھا کہ کائنات مسلسل ارتقاء پذیر ہے خدا زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے تخلیق کا عمل ہر وقت جاری رہتا ہے۔ابن رشد کی الاصل تصنیفات یورپ میں کم ہیں لیکن ان کے لاطینی اور عبرانی تراجم تمام قابل ذکر کتب خانوں میں موجود ہیں۔کہتے ہیں کہ عبرانی زبان میں تورات کے بعد ان تصنیفات سے زیادہ کسی اور مصنف کی کتب کی اشاعت نہیں ہوئی۔سو سال کے عرصہ یعنی 1480-1580 ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔

یورپ میں ابن رشد کے نظریات کے اثر کی ایک مثال یہ ہے کہ تیرھویں صدی میں لوگ کہتے تھے کہ روح مادی اوصاف سے بری نہیں ہے مرنے کے بعد یہ قبر کے ارد گرد منڈلاتی رہتی ہے یا یہ کہ جہنم میں روح جسمانی عذاب میں مبتلا ہوگی۔ابن رشد کے فلسفہ کے بدولت یہ عقیدہ بدل گیا اور لوگ ماننے لگے کہ روح جسم سے الگ جوہر ہے جو جسمانی عتاب نہیں روحانی عذاب میں مبتلا ہوگی۔اس کے فلسفہ کے بدولت روح کی ماہیئت کے متعلق روح کی اعلیٰ حقیقت کا تخیل عام ہوگیا۔فرنچ فلاسفر ڈیکارٹ Descartes کو روح کے جسم سے الگ جوہر ہونے کا عقیدہ کا بانی خیال کیا جاتا ہے حالانکہ اس نے ابن رشد سے خوشہ چینی کی تھی۔

ابوبکر ابن باجہ(پیدائش سارا گوسا،وفات مراکش 1138ء)

اسلامی سپین کا مشہور ہیئت دان،سنگیت کار،منطق،طبیعات داں،طبیب،نفسیات داں، بوٹانسٹ، شاعر اور سائنسدان تھا۔ اس نے سب سے پہلے اندلس میں

بطلیموس کے نظام کائنات کو چیلنج کیا تھا۔ اس کے بعد یورپ میں بطلیموس کے نظام کی تردید کی روایت کی داغ بیل پڑ گئی۔ لوگوں کی سوچ کی نہج بدل گئی اور سائنسدانوں نے بطلیموس کے نظام کائنات جس میں زمین کائنات کا مرکز تھی اس کے متبادل نظام کا سوچنا شروع کیا یعنی سورج کائنات کا مرکز ہے اور تمام سیارے سورج کے گرد گھومتے ہیں۔ ابن باجہ کے نظریات سے ٹامس ایکوئے نس (متوفی 1274) ڈن سکوٹس (متوفی 1308ء) کو علمی غذا فراہم ہوئی تھی۔ اس کے بعد کوپرنیکس (1543)، ٹائیکو براہے (1601) گیلی لیو (1642) کیلئے راستہ ہموار ہو گیا کہ وہ بطلیموس کے نظریات کو رد کریں۔ ان سائنسدانوں کی لائن آف تھاٹ تبدیل ہوگئی اور رفتہ رفتہ سورج کو نظام کائنات کا مرکز تسلیم کیا جانے لگا۔ اس سائنسی انقلاب کا نقیب ابن باجہ تھا جس نے اس کی پہلی اینٹ رکھی یا اس کا بیج بویا تھا۔ یاد رہے کہ سائنس پرانے نظریات اور تھیوریز پر مزید تحقیق سے پیش رفت کرتی ہے اور بعض دفعہ پرانے نظریات پر غور اور کام کرتے ہوئے نئے نظریات جنم لے لیتے ہیں۔

ابن باجہ کا ایک نظریہ جو بعد میں گیلی لیو اور نیوٹن کے قوانین حرکت کا جزو بن گیا وہ ابن باجہ نے یوں بیان کیا تھا:

In the absence of a medium the body would move with its original velocity. Velocity would decrease in proportion to the resistence of the medium. (Dictionary of Scientific Biograpghy, vol 1, page 409)

جرمن سکالر ٹیٹس برک ہارٹ اپنی کتاب مورش کلچر ان سپین میں لکھتا ہے:

Physics of Ibn Baja were reaching Galileo by way of writings of Averroes. His is the well-known formula whereby the speed of a moving body is equal to that of the moving force, less the environmental resistence. He is likewise the author of important thesis that the force that causes a fruit to fall from the tree is the very same as that which moves the celestial bodies"
''Titus Burkhardt, Moorish Culture in Spain''

ترجمہ: ابن باجہ کی فزکس گیلی لیو تک ابن رشد کی تحریروں سے پہنچی تھیں۔ اس کا مشہور فارمولا ہے جس کے مطابق حرکت میں آئے کسی چیز کی رفتار حرکت کی قوت کے برابر ہوتی ہے منفی فضا میں موجود اس کی رفتار کم کرنیوالی اشیاء۔ بعینہٖ وہ اس فارمولا کا بھی مصنف ہے کہ وہ قوت جو پھل کو درخت سے گراتی ہے، یہ وہی قوت ہے جس کی بناء پر آسمانی اجسام حرکت کرتے ہیں۔

ابن باجہ نے اس خطہ زمین پر زیادہ وقت نہیں گزارا، کسی حاسد دشمن نے اس کو زہر پلا دیا اور یہ عبقری سائنسدان اس دنیائے ناپائیدار سے منہ موڑ گیا۔ اگر وہ زیادہ دیر زندہ رہا ہوتا تو ہمیں یقین ہے کہ وہ اور بھی ارض شکن سائنسی کارنامے انجام دیتا۔

بدیع الزماں الجزری (ترکی 1206): اب آپ کو میں ترکی کے مایہ ناز سائنسدان، آلات ساز اور انجنیئر بدیع الزماں کے بارے میں کچھ بتاؤں گا۔

الجزری بارھویں صدی کا نامور ہیئت دان، موجد اور روباٹکس کا جدامجد تھا Father of Robotics۔ اس نے بعض ایک نئی اختراعات کیں جو ہمارے دور میں اب تک استعمال ہوتی ہیں۔ اس نے لکڑی کے مشینوں کے ماڈل بنائے، اس نے لکڑی میں لیمی نیشن کا استعمال شروع کیا۔ اس نے مشینوں کیلئے پیپر ماڈل بنائے، اشیاء کو واٹر ٹائٹ کرنے کیلئے اس نے Emery powder استعمال کیا۔ اس نے کمبی نیشن لاک ایجاد کیا جو ابھی تک استعمال ہوتا ہے۔ اس نے کیم شافٹ کو واٹر کلاکس، آٹو میٹک مشینوں اور پانی اوپر لانے والی مشینوں میں استعمال کیا تھا۔ الجزری نے کیم اور کیم شافٹ کو 1206 میں ایجاد کیا جن کا استعمال یورپ میں دو سو سال بعد ہوا تھا۔ اس نے چین پمپ میں کرینک شافٹ استعمال کیا، پانی کو سطح زمین سے اوپر لانے کیلئے پمپ بنایا جو ہائیڈرو پاور سے چلتا تھا۔ اس نے سکشن پائپ، سکشن پمپ، ڈبل ایکشن پمپ بنائے، مشینوں میں والوز استعمال کئے، سیلنڈر کے اندر پسٹن استعمال کیا، اس نے واٹر سپلائی سسٹم بنایا تا دمشق کی مساجد اور ہسپتالوں تک پانی لایا جا سکے۔ اس میں گراریاں اور ہائیڈرو پاور استعمال کی گئی تھی۔ جیسا کہ بتایا گیا الجزری روباٹکس کی سائنس کا جدامجد تھا۔ اس نے ایک مشین بنائی جس میں پیاک ہائیڈرو پاور سے گھومتے تھے۔ اس نے آٹو میٹک آلات اور موسیقی بجانے والی آٹو میٹک مشینیں ایجاد کیں۔ اس نے واٹر وھیل ایجاد کئے جن کے ایکسل Axel پر کیم Cam لگے ہوئے تھے تا یہ خود بخود رواں رہیں۔ اس نے ایک روباٹ ایجاد کیا جو خادمہ کی صورت میں چائے اور دیگر مشروبات اپنے آقا کو لا کر دیتی تھی۔ اس نے ہاتھ دھونے کیلئے روباٹ بنایا جس میں فلش میکینزم تھا جو ہمارے دور میں فلش ٹائیلٹ میں استعمال ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ہومیو پیتھک نسخہ جات

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

معدہ کی بیماریاں (5)

اگر گیس کی تکلیفوں میں قے اور متلی کا رجحان ہو، قے کے بعد شدید ٹھنڈک کا احساس ہو اور متلی اور قے نہ ہو تو جسم برف کی مانند ٹھنڈا ہو جاتا ہو۔ اس کیفیت کے لیے ہومیو دوا کیمفر مفید ہے۔

جن لوگوں کو مرچیں کھانے کی عادت ہو مرچیں کھانا چھوڑ دیں تو بھوک ختم ہو جاتی ہے ایسے مریض کے لیے کیپسیکم بہت مفید ہے۔

معدہ کے زخموں کے لئے کاربوویج مفید ہے۔

اگر معدہ میں تیزابیت کی زیادتی ہائیڈروکلورک ایسڈ کی وجہ سے ہو۔ کاربوویج (قدرتی تیزاب کم ہونے اور فاسد تیزابوں کی زیادتی نظام ہضم پر قیامت ڈھا دیتی ہے جسکی وجہ سے معدہ گندی ہوا سے بھر جاتا ہے۔ ایسی بدبودار گیسوں کے ڈکاروں سے شدید بدبو آتی ہے۔ بعد میں جب معدہ سے کھانے کا محلول نیچے کی طرف انتڑیوں میں اُترتا ہے تو وہاں بھی یہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ جرثومے اور کیڑے خُوب پلتے ہیں۔ ان کیفیات کے لئے کاربوویج مفید ہے)

اگر اعصابی دباؤ اور معدے کا تیزاب مل کر بعض دفعہ سخت کمزوری پیدا کر دے اور اُنگلی ہلانا بھی مشکل ہو تو نکس وامیکا نہایت مفید ہے اس کے علاوہ کلکیریا آرس بھی مفید ہے۔

معدہ خراب ہونے کی وجہ سے ہوا کے علاوہ قے کا رجحان ہو جو شروع ہو جائے تو رُکنے میں نہ آئے۔ بوریکس

(گرمی سے تکلیف میں اضافہ ہوتا ہے)

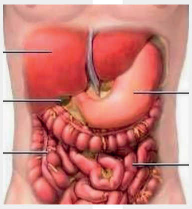

اگر معدہ اور اعصابی نظام بگڑنے سے سوتے میں جھٹکے لگیں یا ایسا لگے کہ دل کو جھٹکا لگا ہے تو گرئینڈیلیا بہترین دوا ہے۔ اور اگر تمام جسم لرز اُٹھے اور مریض سو نہ سکے تو بیلاڈونا بہت مفید ہے۔

اگر معدہ میں سختی اور دباؤ کا احساس ہو، جگر کے مقام پر چھبن اور درد ہو، اسہال جھاگ والے پتلے اور بدبودار اور ہوا بہت خارج ہو تو بنزوئیکم ایسڈم مفید ہے۔

معدہ میں سُکڑن، دھڑکن، بوجھل پن کا احساس، خون کی قے آنے کا احتمال اور اجابت سخت اور کالے رنگ کی ہو۔

کیکٹس معدہ میں پانی نہ ٹھہرتا ہو، گرم ہوتے ہی قے ہو جائے اور ٹھوس کھانا کھانے سے قے اور سوزش نہیں ہوتی لیکن بہت بدبودار ڈکاریں آئیں۔ بسمتھم مریض کو معدے میں شدید کمزوری اور خالی پن کا احساس ہو، کھانے کے بعد کمزوری اور تھکن اور وزن اُٹھانے اور محنت مزدوری کرنے سے بھی کمزوری محسوس ہو تو۔ کاربو اینیمیلس

بھوک کے دورے پڑیں۔ بربرس یا سورائینم۔

اگر ٹھنڈی چیزوں سے معدہ کو آرام نہ ملے اور گرمی سے تکلیف بڑھے۔ کیلیڈیم۔ اگر معدہ میں اچانک تیزابیت ہو جائے اور دم نکلتا محسوس ہو۔

کلکیریا آرس

معدہ کے ایسے السر جو پرانے ہو چکے ہوں جن میں کوئی دوا کام نہ کرے

ہومیو فزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب "**خزینۃ الشفاء**" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔ اس کتاب کے تین سو ستّر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور ان کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔

کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973 Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

زخموں سے خون بہے قے میں خون آنے کا رجحان ہو۔اور گرمی سے تکلیف بڑھے۔ارجنٹم نائٹریکم ۲۰۰۔اس کے علاوہ مُلٹھی کُوٹ کر کھلانے سے یا کچے کیلے سکھا کر پیس کر سفوف استعمال کرنے سے معدے میں ایک تہہ سی بن جاتی ہے جو السر کے زخم مُندمل کر دیتی ہے دن میں تین چار با استعمال کرنی چاہیئے۔یہ السر کا بہترین علاج ہے۔اور اگر معدہ کو ٹھنڈی چیزوں سے آرام ملے۔ فاسفورس

معدہ اگر جواب دے جائے،بھوک بالکل ختم،گوشت سے نفرت،مٹی کوئلہ وغیرہ کھانے کی خواہش،معدہ میں سوزش،تشنج،کھٹے ڈکار اور ذائقہ ٹھیک نہ رہے تو ایلومنا مفید ہے۔یہ دوا معدہ کی حاد اور مزمن تیزابیت میں کام آتی ہے۔

بھوک نہ لگے،غذا ہضم نہ ہو،ڈکار،قے،متلی،اپھارہ اور ہوا کا زور،عموماً قبض،پیشاب گہرے رنگ کا بدبودار،زبان موٹی،کاٹتی اور بولنے میں دقت اور فالجی اثرات ہوں۔ ابسنتھم

اگر معدہ میں کینسر ہو تو ایسیٹک ایسڈ،کاٹنے والے درد،شدید پیاس،قے کا رجحان،جلد ٹھنڈی،ماتھے پر پسینہ۔اگر ایسیٹک دوا کو اا ایکس میں کپڑے سے بھگو کر معدہ پر رکھیں تو کینسر کی گُٹھلی گُھل جاتی ہے۔اور السر اور سیلان خون کے لیئے امونیم کارب بہت مفید دوائی ہے۔

نظام ہضم میں کمزوری،معدے میں پتھر کا احساس،کھانا کھٹاس میں تبدیل ہو جاتا ہو،کھٹی ڈکاریں،ذائقہ دھات سا کسیلا،لعاب لیس دار،زبان پر سفید یا زرد موٹی تہہ اور تھوک کی زیادتی ہو۔ایسکولس۔اور اگر کھانا کھا کر پھر فوراً بھوک لگ جائے تو فاسفورس دوا ہوگی۔

اگر پاگل پن میں مریض کو کھانا دیا جائے تو بہتر ہو جائے۔ بیلا ڈونا
اُلٹیاں آئیں،ہچکی لگ جائے،مریض چیخیں مارے،چکر آئیں اور معدے میں جلن کا احساس ہو۔ہائیوسمس۔اگر روزہ کھولنے پر چٹپٹی چیزیں کھانے سے معدہ کی تکلیف ہو جائے۔ نکس وامیکا

معدہ کی طاقت کے لئے یہ نسخہ مفید ہے کیپسیکم،کونیم،کاربو ویج،کلکیر یا فاس اور نکس وامیکا ملا کر ۳۰ طاقت میں حسبِ ضرورت۔

معدہ کی تکالیف میں یہ نسخہ بھی مفید ثابت ہوتا ہے نکس وامیکا،اپی کاک،کوکولس،آرسینک اور پٹرولیم ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ ۳ بار چند دن تک۔

ہچکی

معدہ کی خرابی کی وجہ سے ہچکی Hiccup Hicough لگ جائے۔سلیشیا (نکس وامیکا اور اگنیشیا بھی اچھی دوائیں ہیں۔دونوں دواؤں کو ملا کر تیس طاقت میں روزانہ تین بار لینا ہر قسم کی ہچکی کے لیے مفید نسخہ ہے)

چربی کھانے سے نفرت ہو،گرمی اور جلن کا احساس ہو اور کافی پینے سے تکلیفیں بڑھیں (مریض جتنی دفعہ کافی پیتا ہے اسہال آتے ہیں) اس کے علاوہ ہچکی،منہ خشک،پیاس کی کمی اور پیشاب کی زیادتی ہو (جلسیمیم) اور کمزوری کی وجہ سے پسینہ کی زیادتی ہو تو۔ سائکلیمن

معدہ میں تشنج کی وجہ سے ہچکی لگ جائے اور متلی اور قے کو ٹھنڈا پانی پینے سے آرام آئے۔کیوپرم اور اگر متلی ہو لیکن قے کا رجحان نہ ہو۔لیک ڈیف (اپی کاک میں قے کا رجحان بہت زیادہ ہوتا ہے)

اگر بھوک بہت بڑھ جائے یا بالکل ختم ہو جائے،گوشت،کافی اور چکنائی سے نفرت ہو جائے،دودھ اور میٹھی چیزوں سے معدے کی تیزابیت بڑھ جاتی ہو،ٹھنڈی چیزیں پینے کی بہت خواہش ہو،معدہ میں جلن،سوزش اور چھونے سے درد ہو،ڈکار آئیں،معدہ میں تناؤ پیدا ہو جاتا ہو اور ہچکی لگ جاتی ہو تو مرکری مفید ہے۔

ہچکی کے لیے ہائیوسمس مفید ہے۔بسا اوقات سرد پانی یا ناریل کے پانی سے فوراً آرام آ جاتا ہے۔خفیف ہچکی ایک لمبی سانس بھر کر ایک دو منٹ تک دم بند رکھنے سے آرام ہو جاتا ہے۔ ***

اہم اعلان

پیشوا انٹرنیشنل میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

شمائل نبوی ﷺ -6

توحید پرستوں کا بادشاہ

چوہدری ناز احمد ناصرؔ-لندن

گزشتہ شمارہ میں مضمون کا اختتام نبی کریم ﷺ کا رمضان المبارک میں عبادت کا اہتمام کے زیر عنوان ہوا تھا۔اس مضمون کا مزید حصہ پیش خدمت ہے۔

تلاوت قرآن ایک عبادت

قرآن کی تلاوت بھی ایک عبادت ہے۔نبی کریم ﷺ کو تلاوت کلام پاک سے بھی خاص شغف تھا۔روزانہ سورتوں کی مقررہ تعداد عشاء کے وقت تلاوت فرماتے، پچھلی رات بیدار ہوتے تو کلام الٰہی زبان پر جاری ہوتا (عموماً آل عمران کا آخری رکوع تلاوت فرمایا کرتے)، رات کے وقت نماز میں نہایت وجد اور ذوق و شوق سے ٹھہر ٹھہر کر قرآن پڑھتے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''کبھی پوری رات آپ ﷺ قیام فرماتے، سورہ بقرہ، آل عمران اور سورۃ نساء کی تلاوت کرتے۔جب کوئی عذاب کی آیت آتی تو خدا سے پناہ طلب کرتے اور جب کوئی رحمت کی آیت آتی تو اس کے لئے دعا کرتے''۔

(نسائی کتاب الافتاح باب مسالۃ القاری اذا مر بآیۃ رحمۃ:999 اسوہ انسان کامل ص 71)

تلاوت قرآن سے شغف

نبی کریم ﷺ رمضان کے مہینہ میں کثرت سے قرآن کریم کی تلاوت فرماتے۔حضرت جبرائیلؑ کے ساتھ ہر سال رمضان میں قرآن کریم کی دہرائی فرماتے۔وفات سے قبل آخری رمضان میں آپ ﷺ نے دوبار قرآن کریم دوہرایا۔ (بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام، اسوہ انسان کامل ص 72)

آپ ﷺ قرات بلند آواز سے فرماتے کہ لوگ بستروں میں پڑے آپ ﷺ کی آواز سنتے، کلام الٰہی سن کر آپ ﷺ پر رقت طاری ہو جاتی، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک روز آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن سناؤ''، جب وہ اس آیت پر پہنچے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا تو آپ ﷺ تاب نہ لا سکے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ نکلی۔ہاتھ کے اشارے سے فرمایا: ''بس کرو''۔

(بخاری کتاب الفضائل القرآن للقاری حسبک، اسوہ انسان کامل ص 72)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مجھے ایک رات گذارنے کا موقع ملا۔آپ ﷺ نے بسم اللہ کی تلاوت شروع کی اور رو پڑے، یہاں تک کہ روتے روتے گر گئے، پھر بیس مرتبہ بسم اللہ پڑھی، ہر دفعہ آپ ﷺ روتے روتے گر پڑتے، پھر آخر میں مجھے فرماتے لگے:

''وہ شخص بہت ہی نامراد ہے جس پر رحمٰن اور رحیم خدا بھی رحم نہ کرے''۔

(الاتحاف للزبیدی ج 4 ص 505 بحوالہ الوفا للحوزی ص 549 اسوہ انسان کامل ص 73)

روزہ کی عبادت

روزہ کی عبادت کا بھی آپ ﷺ خاص اہتمام فرماتے تھے۔نبوت سے قبل عربوں کے دستور کے مطابق دسویں محرم روزہ رکھتے، نبوت کے بعد قیام مکہ کے دوران آپ ﷺ کئی مہینوں تک روزہ رکھتے رہے۔مدینہ میں رمضان کے روزے فرض ہوئے، رمضان کے علاوہ مدینہ میں آپ ﷺ شعبان کا اکثر مہینہ روزے رکھتے تھے۔

(بخاری کتاب الصوم باب صوم شعبان:1834، اسوہ انسان کامل ص 73)

سال کے باقی مہینوں میں یہ کیفیت رہتی کہ روزہ رکھنے پر آتے تو معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کبھی روزہ نہ چھوڑیں گے۔پھر روزہ چھوڑ دیتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ پھر نہیں رکھیں گے۔

(بخاری کتاب الجمعہ باب قیام النبی باللیل من نومہ:1073، اسوہ انسان کامل ص 73)

مہینہ کے نصف اول میں اکثر روزے رکھتے اور مہینہ میں تین دن معمولاً روزہ رکھتے، بالعموم مہینہ کے پہلے سوموار اور اگلے دنوں جمعرات کے دن۔

(مسلم کتاب الصیام باب التحباب صیام ثلاثۃ ایام من کل شھر: 1972، اسوہ انسان کامل ص 73)

فرمایا کرتے تھے کہ:

''سوموار اور جمعرات کو اعمال (خدا کے حضور) پیش ہوتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرے عمل اس حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں''۔

(ترمذی کتاب الصیام باب فی صوم یوم الاثنین، اسوہ انسان کامل

اس کے علاوہ محرم کے پہلے دس دن اور شوال کے پہلے چھ دن 2 سے 7 شوال کے) آپ ﷺ روزے رکھتے تھے۔عام حالات میں آپ ﷺ کبھی گھر تشریف لاتے تو پوچھتے ''کچھ کھانے کو ہے''۔جواب ملتا، کچھ نہیں، فرماتے۔

''تو میں آج روزہ رکھ لیتا ہوں''

(ترمذی کتاب الصوم،اسوہ انسان کامل ص74)

کبھی کبھی ''صوم وصال'' بھی رکھتے، یعنی متواتر کئی دن تک روزہ رکھتے، درمیان میں افطار نہ کرتے تھے،لیکن صحابہؓ کو آپ ﷺ نے اس سے روکا اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کھلا پلا دیتا ہے۔

(بخاری کتاب الصوم باب بر کۃ السحور من غیر ایجاب: 1788،اسوہ انسان کامل ص74)

الغرض رسول خدا ﷺ کی زندگی ہمہ تن عبادت تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چل کر عبادتوں کے اعلیٰ معیار قائم کرنے کی توفیق دے(آمین)۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خشیت اور خوف الٰہی

شمائل نبوی ﷺ کے سلسلہ وار مضامین میں اس دفعہ نبی کریم ﷺ کی خشیت اور خوف الٰہی کے متعلق بیان فرمودہ احادیث میں سے کچھ بیان کریں گے۔وَبِاللہ التوفیق۔ قرآن شریف نے جس خالق کائنات اور قادر مطلق ہستی کا ہمیں پتہ دیا ہے،وہ بادشاہ بھی ہے،غنی بھی،جبار و قہار اور متکبر بھی ہے۔اس کے سامنے انسان وہ عاجز مخلوق ہے جو ہر لحاظ سے اس کی محتاج ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے ''احسن التقویم'' یعنی بہترین صورت میں اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے اور اس کی پیدائش کا مقصد بھی عبودیت ٹھہرایا ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فضل شامل حال نہ ہو تو انسان فطرت کو چھوڑ کر شیطانی راہوں میں بھٹک جاتا ہے اور اسفل السافلین، یعنی ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں گر سکتا ہے۔یہ وہ خوف ہے جو ایک ذی شعور انسان کو بے چین کر دینے کے لئے کافی ہے۔خدا کی ذات پر ایمان کے نتیجہ میں یہ خوف زائل ہوتا اور امید ورجاء کا بندھن مضبوط ہوتا ہے،اس لئے ایمان وہی قابل تعریف قرار دیا گیا ہے جو خوف ورجاء کے درمیان ہو۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سب سے بڑھ کر خدا ترس ہونا

نبی کریم ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ خدا ترس تھے اور کیوں ایسا نہ ہو،آپ ﷺ ہی تو ہمارے لئے بہترین نمونہ تھے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات پیش خدمت ہیں:

1۔ ہمارے نبی کریم ﷺ اول المؤمنین تھے،اس لئے سب سے بڑھ کر اپنے مولیٰ کی خشیت آپ ﷺ میں تھی،جس کی وجہ سے آپ ﷺ ہمیشہ لرزاں وترساں رہتے تھے۔پہلی وحی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر نازل ہوئی،یہ ایک عظیم روحانی انعام تھا،آپ ﷺ کے لئے یہ بھی مقام خوف تھا،اس لئے حضرت خدیجہؓ سے آکر کہا:''لقد خشیت علی نفسی۔مجھے تو اتنا ڈر پیدا ہوا ہے کہ اپنی جان کے لالے پڑ گئے ہیں''۔

(بخاری،باب:کیف کان بدء الوحی؛کتاب الایمان،باب''قول النبیؐ انا اعلمکم باللہ'':19)۔

2۔نبی کریم ﷺ اکثر اپنی دعاؤں میں یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینك یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر جما دے اور مضبوط کر دے۔صحابہؓ نے عرض کیا:''یا رسول اللہ ﷺ! آپ بھی یہ دعا کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں (اور ہمیں ہدایت دینے والے ہیں)''۔فرمایا:

''ہاں! دل تو رحمان خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے،وہ جیسے چاہے اس کو پھیر دے''۔

(ترمذی،کتاب القدر،باب ما جاء ان القلوب بین اصبع الرحمان:2006)

3۔آنحضور ﷺ کی خدا ترسی کا یہ عالم تھا کہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو کھول کر سنا دیا کہ''تمہارے عمل ہی تمہارے کام آئیں گے،میں یا میرے ساتھ تمہارا رشتہ کچھ کام نہیں آئے گا''۔

(بخاری،کتاب الوصایا،باب ھل یدخل النساء والسلد فی الاقارب:2548)

4۔آپ ﷺ فرماتے تھے کہ''اللہ کی رحمت اور فضل نہ ہو تو میں بھی اپنی بخشش کے بارہ میں قطعیت سے کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا''۔

(بخاری،کتاب المرضی باب تمنی المریض الموت:5241)

5۔اللہ تعالیٰ کے غناء سے ہمیشہ آپ ﷺ کو یہ خوف بھی دامنگیر رہتا تھا کہ نیک اعمال خدا کے حضور قبولیت کے لائق بھی ٹھہرتے ہیں یا نہیں؟ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ''سچے مومن وہ ہیں جو اپنے رب کی خشیت کے باعث ڈرتے رہتے ہیں اور اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں اور یہ لوگ جب دیتے ہیں،جو بھی وہ (خدا کی راہ میں) دیں تو ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں''۔ (سورۃ المؤمنون:58تا61)

6۔حضرت عائشہؓ کے دل میں ان آیات کے بارہ میں ایک سوال پیدا ہوا اور انہوں نے عرض کیا:''یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے،چوری (وغیرہ گناہ) کرتے اور پھر اللہ سے ڈرتے ہیں''؟ نبی کریم ﷺ تو قرآن کی عملی تفسیر تھے،آپ ﷺ سے بڑھ کر کون ان آیات کی حقیقت بیان کرسکتا تھا۔آپ نے کیا خوب فرمایا:''اے صدیق کی بیٹی! یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں،اور صدقات دیتے ہیں مگر پھر بھی ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ نیکیاں غیر مقبول ہو کر رد ہو جائیں،یہ وہ لوگ ہیں جو نیکیوں میں سبقت کی کوشش کرتے رہتے ہیں''۔ (ترمذی کتاب تفسیر القرآن)

نبی کریم ﷺ کی زندگی میں خدا تعالیٰ کی ناراضگی اور پکڑ کا خوف

آنحضور ﷺ ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ کہیں آپ کا رحیم و کریم خدا آپ ﷺ سے ناراض نہ ہوجائے۔اس سلسلہ میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

1۔ ایک دفعہ آپ ﷺ بیمار ہوگئے اور دو یا تین راتیں نماز تہجد کے لئے نہ اٹھ سکے۔حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میرے خیال میں آپؐ کے ساتھی (یعنی جبرائیلؑ) کے نزول میں کچھ تاخیر ہوگئی ہے۔حضور ﷺ کو بھی طبعاً فکر ہوئی ہوگی۔ چنانچہ سورۃ والضحیٰ نازل ہوئی جس میں حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے یہ ارشاد ہے ما ودعک ربک و ماقلی کہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا نہیں اور نہ وہ تجھ سے ناراض ہوا۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ والضحیٰ)

2 ۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بادل یا آندھی کے آثار دیکھتے تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہوجاتا۔ میں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول!لوگ تو بادل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہوگی،مگر میں دیکھتی ہوں کہ آپؐ بادل دیکھ کر پریشان ہوجاتے ہیں''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اے عائشہ! کیا پتہ اس آندھی میں کوئی ایسا عذاب پوشیدہ ہو جس سے ایک قوم ہلاک ہوگئی تھی اور ایک قوم (عاد) ایسی گذری ہے جس نے عذاب دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو بادل ہے، برس کر چھٹ جائے گا،مگر وہی بادل ان پر دردناک عذاب بن کر برسا''۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحقاف باب قولہ فلما راوہ عارضا مستقبل او دیتھم)

3 ۔قرآن شریف کی جن سورتوں میں عذاب الٰہی کے نتیجہ میں بعض گذشتہ قوموں کی تباہی کا ذکر ہے،ان کے مضامین کا حضور ﷺ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر تھا۔ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ''یا رسول اللہ (ﷺ)! آپؐ کے بالوں میں کچھ سفیدی سی جھلکنے لگی ہے''۔آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں،سورۃ ھود،سورۃ الواقعہ،سورۃ المرسلات،سورۃ النباء اور سورۃ التکویر وغیرہ نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے''۔(ترمذی کتاب التفسیر القرآن باب من سورۃ الواقعہ:3219)

نبی کریم ﷺ کے تقویٰ کے اظہار کے طور پر احکام الٰہی کی بجا آوری

نبی کریم ﷺ کے تقویٰ کا ایک اظہار اللہ کے احکام کی بجا آوری سے خوب ہوتا تھا، جو آپ ﷺ ایسی مستعدی سے کرتے تھے جس کی مثال نہیں ملتی۔اس سلسلہ میں کچھ مثالیں درج کی جاتی ہیں:

1۔ جب سورۃ نصر میں افواج کے اسلام میں داخلہ پر استقبال کی خاطر اللہ کی تسبیح وحمد اور استغفار کا حکم ہوا تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:اس کے بعد آپؐ کی نماز خالی نہ جاتی تھی،جس میں آپ ﷺ یہ کلمات نہ پڑھتے ہوں:

سبحانک اللھم ربنا و بحمدک اللھم اغفرلی،یعنی اے اللہ اے ہمارے رب اپنی حمد کے ساتھ،اے اللہ مجھے بخش دے۔

(بخاری کتاب باب الدعاء فی الرکوع:752)

2۔رسول کریم ﷺ احکام الٰہی کی پیروی میں تقویٰ کی انتہائی باریک راہوں کا خیال رکھتے تھے۔حضرت نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ موسم سرما کی سرد رات کو ان کے لحاف میں داخل ہوجانے کے بعد ان سے فرماتے ہیں کہ:''عائشہ! اگر اجازت دو تو آج رات میں اپنے رب رسول کریم ﷺ سے سنا:''حلال اور حرام واضح ہیں اور ان کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو اکثر لوگ جانتے نہیں۔جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچتا ہے،اس نے اپنا دین اور عزت بچالی،جو ان شبہات میں پڑ گیا وہ اس چرواہے کی طرح ہے جو ایک رکھ (محفوظ چراگاہ) کے ارد گرد بکریاں چراتا ہے اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کی بکریاں اس چراگاہ کے اندر چلی جائیں گی۔سنو! ہر بادشاہ کی ایک رکھ ہوتی ہے اور اللہ کی رکھ اس کی زمین میں اس کی منع کردہ چیزیں ہیں۔پھر سنو! جسم میں ایک عضو ہے کہ اگر وہ درست ہو تو سب جسم درست رہتا ہے اور اگر وہ خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجائے گا اور یاد رکھو یہ دل ہے''۔

(بخاری کتاب الایمان باب فضل من الستمبر الدنیا)۔

3۔ حضرت عقبہ بن حارث سے روایت ہے کہ اس نے ابواہاب کی بیٹی سے شادی کی۔ایک عورت نے آکر کہہ دیا کہ اس نے عقبہ اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے۔عقبہؓ نے کہا مجھے تو تم نے دودھ نہیں پلایا اور نہ ہی بتایا ہے۔عقبہؓ حضور ﷺ کے پاس مکہ سے مدینہ یہ مسئلہ پوچھنے آئے۔حضور ﷺ نے فرمایا:

''اب جب یہ کہا جاچکا ہے اور شک پڑ چکا ہے،پھر کیسے تم میاں بیوی رہ سکتے ہو اور حضور ﷺ نے ان کو جدا کر دیا''۔ عقبہؓ نے اور شادی کرلی۔

4۔ حضرت ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ سفر حدیبیہ کے لئے نکلا،آپ ﷺ اور دیگر صحابہ تو احرام میں تھے مگر میں نے احرام نہیں باندھا تھا۔دوران سفر میں نے ایک جنگلی گدھا دیکھا اور حملہ کر کے اسے شکار کر لیا اور حضور ﷺ کے پاس آکر عرض کیا کہ حضور! میں احرام سے نہیں تھا اس لئے آپ کی خاطر یہ شکار کر لیا۔چونکہ محرم کا خود یا اس کی خاطر کسی کا شکار کرنا بھی جائز نہیں۔حضور ﷺ نے میرے اس فقرہ کی وجہ سے کہ''میں نے آپ کی خاطر یہ شکار کیا ہے''اس میں سے کچھ کھانا پسند نہ کیا البتہ اپنے صحابہؓ کو اس گوشت سے کھانے کی اجازت دے دی۔ (ابن ماجہ کتاب المناسک باب الرخصۃ فی ذٰلک الم یصدلہ:3084)

(باقی اگلے شمارہ میں انشاءاللہ)

آوارگانِ دشتِ خار

(قسط:18)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّتِ مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورتِ حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتوں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبّے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہو گا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بد دیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

”مُسلمان کی تعریف“

مشہور و معروف کالم نگار جناب ارشاد احمد حقانی (مرحوم) نے ”مُسلمان کی تعریف“ کے سلسلے میں ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے اپنے کالم جنگ لاہور مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۸۴ء میں لکھا تھا:۔

مجھے یاد ہے کہ لاہور ہائی کورٹ میں جسٹس ایم۔ آر۔ کیانی نے علماء سے مُسلمان کی تعریف دریافت کی تو عُلماء نے آپس میں مشورہ کے بعد کہا تھا کہ ”ہمیں اس کے لیے کچھ مہلت دیجیے۔“ (تو جسٹس موصوف نے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا) کہ آپ کو ڈیڑھ ہزار سال کی مہلت مل چکی ہے اس سے زیادہ کی مہلت دینا اس عدالت کے اختیار میں نہیں۔“

جناب اشرف ظفر صاحب فرماتے ہیں کہ ”اگر دیکھا جائے تو جو کچھ اس فقرہ میں کہہ دیا گیا ہے، اسے ضخیم سے ضخیم کتاب میں بھی اس خوبصورتی سے نہیں کہا جاسکتا۔ (بحوالہ مذہبی و سیاسی فرقہ بندیاں از محمد اشرف ظفر صفحہ ۱۵۰)

قارئین کرام! کوئی دو مولوی بھی مسلمان کی ایک تعریف پر متفق نہیں تھے۔ تحقیقاتی رپورٹ فسادات ۱۹۵۳ء کے مطابق مندرجہ ذیل نو جیّد عُلماء نے مہلت مانگی تھی۔

مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری صدر جمعیت العلمائے پاکستان، مولانا احمد علی صدر جمعیت العلمائے پاکستان مغربی پاکستان، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی امیر جماعت اسلامی، غازی سراج الدین منیر صاحب، مفتی محمد ادریس صاحب جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد، حافظ کفایت حسین صاحب ادارہ تحفظ حقوق شیعہ، مولانا عبدالماجد بدایونی صدر جمعیت العلمائے پاکستان، مولانا محمد علی کاندھلوی دارالشہابیہ سیالکوٹ اور جاوید احمد غامدی صاحب کے پیر و مُرشد مولانا محمد امین اصلاحی صاحب۔

ملیچھوں یا شودروں کا سا سلوک

فسادات پنجاب تحقیقاتی عدالت نے جب مولانا ابوالحسنات سیّد محمد احمد قادری صدر جمعیت العلمائے پاکستان سے ایک سوال یہ بھی کیا کہ ”اگر ہندو اپنے نظامِ حکومت میں منوشاستر کے تحت مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودروں کا سا سلوک کرے تو کیا آپ کو کوئی اعتراض ہوگا؟“ تو ان کا جواب تھا ”جی نہیں۔“

اور یہی سوال مولانا مودودی صاحب سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

”یقینا مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ حکومت کے اس نظام میں مسلمانوں سے ملیچھوں یا شودوروں کا سا سلوک کیا جائے ان پر منو کے قوانین کا اطلاق کیا جائے اور انہیں حکومت میں حصہ اور شہریت کے حقوق قطعاً نہ دیے جائیں۔ اور حقیقت یہی ہے کہ اس وقت بھی ہندوستان میں صورت حال یہی ہے۔“ اور یہ جواب میاں طفیل صاحب کا بعدم جماعت اسلامی کے امیر کا بھی تھا۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء)

معزز قارئین! ایسے خیالات نہ جانے کس اسلام کے ترجمان ہیں۔ کیا ان علماء کرام کو معلوم نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے غیر مسلم شہریوں کو کیا حقوق دیے تھے؟ کیا ان کے ساتھ مذہب کی وجہ سے امتیاز برتا گیا تھا؟ کیا ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کا حکم دیا تھا؟ کیا ریاست کے شہری ہونے کے ناطے ان کے حقوق مسلمانوں کے حقوق کے برابر نہیں تھے؟ کیا انکے مقدمات کا فیصلہ اُن کی مذہبی کتاب کی روشنی میں نہیں کیا جاتا تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ

اسلامی ریاست میں جس کے سربراہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد ﷺ تھے تمام مذاہب کے لوگ آرام وراحت سے رہتے تھے۔تصور تو کیجیے جس ریاست میں غیر مذاہب کے حقوق کا اس قدر خیال رکھا جاتا ہو اُس کے سربراہ کو دوسری غیر اسلامی ریاستوں میں بسنے والے مسلمانوں کی تکلیف تڑپاتی نہ ہوگی۔یہ بھی حقیقت ہے کہ غیر اسلامی حکومتیں جب اسلامی ریاست میں اپنے ہم مذہب لوگوں کو سکون وچین سے رہتے دیکھتیں تو وہ بھی مسلمانوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی کوشش کرتیں اور غیر مسلم عوام بھی جب اپنے حکمرانوں کی زیادتیاں دیکھتی تو اسلام کی سنہری تعلیم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی۔آخر ہوا بھی یہی دیکھتے دیکھتے تمام عرب اسلام کی پُرامن چھتری کے نیچے آ گیا۔یہ مولوی کی منطق ہے کہ ہمارے پاکستان میں ہمیں ہر قسم کے ظلم کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔اقلیتوں کے گرجا،مندر اور گردوارے جو پاکستان میں ہیں وہ ہمارے رحم وکرم پر ہیں چاہیں تو انہیں جلا دیں اور چاہیں تو ان میں عبادت کرنے والوں کو بھی جلا دیں۔اور اس ظلم کے نتیجے میں ہندوستان یا عیسائی حکومتیں جس طرح کا ظلم بھی اپنے مسلمان شہریوں سے روا رکھیں،مولوی حضرات کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ہم تو غیر مسلموں کو شودور اور ملیچھ ہی کہیں گے اور سمجھیں گے چاہے اس کے نتیجے میں غیر مسلم حکومتیں اپنے مسلمان شہریوں کے ساتھ ملیچھوں اور شودروں سے بھی بدتر سلوک کریں۔گویا یہ مولوی حضرات نہ صرف غیر مسلموں کے دُشمن ہیں بلکہ اپنے مسلمان بھائیوں کے خون کے بھی پیاسے ہیں۔

دراصل نام نہاد مولوی قوم صرف اپنے پیٹ سے مخلص ہے اور صرف اس کی خدمت گزاری کے لیے اسلام کا نام استعمال کرتی ہے۔اسلام کی حقیقت سے نام نہاد ملّائیت بالکل بے خبر ہے۔مذہب اسلام تو جانوروں کے حقوق بھی ادا کرنے کا حکم دیتا ہے۔کسی نام نہاد مولوی کی خود ساختہ منطق کو قطعاً اسلامی نہیں کہا جا سکتا۔

خُدا کی قسم! قادیانیت چھا جائے گی!!

سیّد اِرتضیٰ علی کرمانی صاحب لکھتے ہیں:۔

”مسلمانوں میں کما حقہ بیانات، نہ تحریر وتقریر کے ذریعہ کوئی خاص دفاعی سرگرمی دیکھنے میں آتی ہے۔اگر یہی صورت حال رہی تو خُدا کی قسم! بہت جلد قادیانیت پوری دُنیا میں چھا جائے گی۔اب نہ تو ڈش انٹینوں پر پابندی لاگو ہوسکتی ہے، نہ کسی کو ٹی وی دیکھنے سے روکنا ممکن ہے، نہ ہی ایسی احمقانہ حرکتوں کا کوئی فائدہ ہوسکتا ہے۔جس قدر روکیں گے اسی قدر منفی ردِعمل کے نتیجہ میں عوامی توجہ اور تجسّس بڑھے گا اور جن لوگوں نے نہیں بھی دیکھا ہوگا وہ بھی ضرور دیکھیں گے۔اس کا صرف اور صرف یہی ایک حل ہے کہ علمائے اسلام یہ پروگرام دیکھنے سے ہرگز کسی کو منع نہ کریں بلکہ قادیانی جو جو دلائل اپنے مذہب کے حق میں پیش کریں، پاکستانی ٹی وی کے ذریعہ منہ توڑ جواب پیش کریں۔دلائل کا جواب دلائل سے نہ دیا گیا تو اسے تمام علماء کی علمی شکست تصور کریں گے۔قادیانیت کے مکمل سدّ باب کا یہی ایک کارگر حربہ ہے اور یہی طریق تمام مسلم ممالک میں رائج ہونا چاہیئے۔ورنہ عنقریب قادیانیت پوری دُنیا میں پھیل جائے گی۔

یہ فقیر نہایت عاجزانہ انداز میں اہل اسلام سے یہ گزارش کرنا چاہتا ہے کہ ہمیں مختلف طبقات اور گروہوں کی بجائے ایک جگہ یا ایک جماعت کی صورت میں دکھائی دینا چاہیے۔کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا ہے کہ ہم اپنے نقصانات کا من حیث القوم اندازہ کر سکیں کہ یہ جو ہم مختلف طبقات اور گروہوں میں منقسم ہو چکے ہیں یہ نقصانات انہیں کا نتیجہ ہیں۔مگر شاید ہمارے اکابرین کے پاس ابھی وقت نہیں کہ وہ اس دردناک صورت حال پر سوچ بچار کر سکیں۔“

(معزز قارئین!اس اقتباس کا پہلا حصہ اشاعت اول ۲۰۰۰ء میں موجود ہے اور اشاعت دوم ۲۰۰۶ء میں موجود نہیں ہے)

(سید اِرتضیٰ علی کرمانی،جھوٹے نبیوں کا انجام صفحہ ۹)

معزز قارئین!اِرتضیٰ علی کرمانی صاحب نہ جانے کس دُنیا میں رہتے ہیں۔جن تلوں میں تیل نہ ہو اُن میں سے تیل نکالنے کی تمنا کرنے والا شخص احمق ہی کہلا سکتا ہے۔مولوی لوگ بھی وہ خُشک تل ہیں جن میں سوائے ظاہری سج دھج کے کچھ بھی نہیں ہے۔کیا مولوی صاحب کو معلوم نہیں کہ ایک ہی محلہ میں رہنے والے مولوی ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے؟ سبھی فرقوں کے مولوی ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور واجب القتل بھی قرار دیتے ہیں۔کرمانی صاحب ایک جماعت بننے کے لیے کوئی تجویز بھی دے دیتے تو اچھا ہوتا۔اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ ہی اسلام کے سچے سپوت ہیں تو بنا کے دکھایئے اچھی جماعت۔یہ ناممکن ہے کہ خُشک مولوی ایک محلّے میں بھی ایک امام بنا سکیں اور پھر سب فرقوں کے مولوی اُس کے پیچھے نماز ادا کریں۔ایسی کوشش کرنے والا ہی آخر شرمندہ ہو کر منہ چھپاتا پھرے گا۔مولوی لوگ روزی روٹی کے چکر میں اسلام کی وہ تعلیم جس پر عمل کر کے انسان خُدا تک پہنچ سکتا ہے اور کلمہ گو مسلمان ہی نہیں بلکہ تمام انسان ایک دوسرے کے بھائی بن جاتے ہیں، بھول چکے ہیں۔

فتویٰ باز مولوی

وفاقی وزیر برائے سائنس وٹیکنالوجی جناب فواد چودھری نے اپنی ایک ٹویٹ میں ۲۸ جون ۲۰۱۹ء کو کہا ہے کہ: ''پاکستان کے لیے سب سے بڑا خطرہ فتویٰ باز مولوی ہیں، تمام طبقہ فکر کو اس رویے کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے، ہمارے 75 فیصد مسائل کی وجہ علمائے سوء ہیں۔''

فواد چودھری کے اس بیان پر ردِعمل دیتے ہوئے مفتی نعیم کا کہنا تھا کہ:۔ ''پاکستان بنا ہی اسلام کے نام پر ہے۔علماء کرام کی وجہ سے پاکستان میں بہت ساری چیزیں ٹھیک ہوئیں اور بے دینی ختم ہورہی ہے۔مفتی نعیم کا مزید کہنا تھا کہ اگر تو تحریک انصاف کو اپنی حکومت بچانی ہے تو انہیں چاہیئے کہ فواد چوہدری کو فی الفور برطرف کرے۔'' جب کہ مفتی راغب نعیمی کا کہنا ہے کہ'' سیاسی میدان میں بھی کچھ ایسے لوگ ہیں جو فواد چوہدری کے مدِ مقابل ہیں اور میرے خیال سے فواد چوہدری نے انہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔تاہم فواد چوہدری کو چاہیئے کہ فتویٰ بازی سے متعلق اس بیان کو واضح کریں کہ دراصل یہ بیان کس کے لیے دیا گیا۔''

مولانا فضل الرحمان منہ دیکھتے رہ گئے!

آل پارٹیز کانفرنس کے اعلامیے میں وزیر اعظم عمران خان کے حوالے سے صحابہ کی توہین کا ذکر شامل کرنے کی مولانا فضل الرحمان کی تجویز پر بلاول بھٹو زرداری نے بھر پور طریقے سے مخالفت کر کے پانی پھیر دیا، جس پر مولانا فضل الرحمان منہ دیکھتے رہ گئے!۔ بلاول بھٹو زرداری نے یہ واضح کر دیا کہ کسی کے بھی خلاف مذہب کو استعمال نہیں ہونے دوں گا۔جس پر سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا تھا کہ بلاول اپنے سے بڑی عمر کے سیاست دانوں میں ان سے بڑی سوچ کا مظاہرہ کر رہے ہیں جو قابل تعریف ہے۔

نجم الفتاویٰ سے تین فتوے

۱۔سوال:''کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ہیں، میں ان سے بار بار نماز کا کہتا ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے اور کل ان کے گھر والوں نے بتلایا کہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے لیکن وہ ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کرتے۔کیا ایسے شخص کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟اور شریعت مطہرہ نے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے؟''

الجواب:''اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز بھی نہیں پڑھتا تو ایسے آدمی کو کافر کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص فاسق ہے اور شرعاً اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے اور بعض حضرات کے نزدیک اتنا مارا جائے کہ جسم سے خون نکل آئے اور یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ تائب ہو کر نماز پڑھنا شروع نہ کر دے یا مر جائے۔اسی طرح جو آدمی روزہ نہیں رکھتا لیکن اس کی فرضیت کا انکار بھی نہیں کرتا وہ بھی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی قید کر دیا جائے اور دن کو اس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے یا امام (خلیفہ وقت) اگر چاہے تو اپنی صوابدید پر کوئی سزا تجویز کرے۔'' (نجم الفتاویٰ جلد ا۔سوال نمبر ۱۲۔صفحہ ۷۵)

۲۔سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص سے جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی کہنے لگی آپ داڑھی کی وجہ سے بکرا لگتے ہیں اور داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ بھی نہیں مل رہا ہے لہٰذا اسے کاٹ دو یا چھوٹا کر دو۔ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ بات مذاقاً کہی ہے۔

(نجم الفتاویٰ جلد ا۔سوال نمبر ۲۶۔صفحہ ۲۹)

الجواب:''شعائر اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات سے یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ختم ہوگیا لہٰذا اسے چاہیئے کہ تجدید اسلام اور نکاح کرے اور آئندہ کے لئے ایسے کلام سے اجتناب کرے۔''

۳۔سوال:''کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے؟ تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی،اس پر میں نے اسے خوب برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہوگیا،اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کہنے سے میرا دوست اسلام سے خارج تو نہیں ہوگیا؟اور کیا میرا اسے برا بھلا کہنا درست تھا؟ نیز یہ بتادیں کہ آئندہ ایسے شخص سے تعلقات رکھوں یا نہیں؟'' (نجم الفتاویٰ جلد ا۔سوال نمبر ۹۱۱۔صفحہ ۱۲۱)

الجواب:

''اس طرح کے کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء (مذاق اڑانا) یا سنت کی حقارت کی وجہ سے ایسے کلمات کہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے،اور اگر یہ مقصود نہ ہو بلکہ ویسے ہی کہہ دے تو ایسی صورت میں سخت گناہ گار ہوگا جس پر استغفار کرنا ضروری ہے۔ ۲۔آپ کا ایسے شخص کو ملامت کرنا درست تھا۔ ۳۔ایسے شخص سے تعلقات ختم کر دینے چاہیئے جب تک کہ وہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب نہ ہو جائے۔''

***

”کمال اتاترک اَور خلافت کا خاتمہ“

تحریر:
ابن رانا محمد خاں-لندن

۱۴۴۰ء میں جوہانس گوٹن برگ نے پرنٹنگ پریس ایجاد کیا۔اور دس سال بعد یعنی ۱۴۵۰ء میں گوٹن برگ نے اسے کمرشل کر دیا۔اس ایجاد پر سب سے پہلی پرنٹ ہونے والی ۴۲ لائن کی کتاب بائبل تھی جسے گوٹن برگ نے شائع کیا تھا۔اس پریس سے شروع میں سب سے زیادہ فائدہ چرچ نے اٹھایا اور ہزاروں مذہبی کتابیں روزانہ کی بنیاد پر شائع ہوئیں۔ پریس کی ایجاد نے علم کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔ پریس کی بدولت بہت تیزی سے کتابیں شائع ہونے لگیں مذہبی،فلسفہ،سائنسی،سیاسی اور دوسرے بہت سے خیالات تیزی سے اور زیادہ لوگوں تک پہنچنے سے علوم کی دنیا میں انقلاب آ گیا۔اگر عثمانی بھی پرنٹنگ پریس سے استفادہ شروع کر دیتے تو شاید آج دنیا کی تاریخ مختلف ہوتی۔لیکن سلطان فاتح کے بیٹے بایزید دوم نے 1483 میں عربی رسم الخط میں کتابیں چھاپنے والوں کے لیے موت کی سزا مقرر کر دی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ علما نے چھاپہ خانے کو فرنگیوں کی ایجاد کہہ کر فتویٰ دیا تھا کہ اس فرنگی ایجاد پر قرآن یا عربی رسم الخط میں کتابیں چھاپنا مذہب کے خلاف ہے۔

مسلمان دنیا میں سب سے پہلا چھاپہ خانہ ۱۵۸۷ء میں چھاپہ خانہ کی ایجاد کے تقریباً ۱۵۰ سال بعد لگایا گیا۔مگر ترکی کے شیخ الاسلام نے اسے شیطانی مشین قرار دے دیا اور کہا کہ اس مشین پر قرآن مجید اور احادیث چھاپنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ سلطان مراد سوم کے منت سماجت کرنے پر شیخ الاسلام نے یہودی اور عیسائی لٹریچر چھاپنے کی اجازت دے دی۔شیخ الاسلام کے اس منحوس فتوے کے ۱۴۰ سال بعد سلطان احمد سوم کے دور میں محمد سعید نامی ایک بہادر شخص نے شیخ الاسلام کے فتوے سے بغاوت کرتے ہوئے”اصول الحکم فی نظام الامم“ کے عنوان سے عربی زبان میں ایک کتاب شائع کروا دی۔مولویوں نے گلی بازاروں میں طوفان بدتمیزی اور کفر کفر کا وہ شور بلند کیا کہ شیطان بھی شرما گیا ہو گا۔اس بہادرانہ بغاوت کی سزا کے طور پر سلطان احمد سوم کو برطرف کر دیا گیا اور وزیر اعظم محمد ابراہیم اور نیول چیف کو قتل کر دیا گیا۔محمد سعید اور اس کے باپ کو ملک سے فرار ہونا پڑا۔سلطنت عثمانیہ کے اٹھائیسویں سلطان،سلطان سلیم کا فوج کو جدید خطوط پر استوار کرنا مولویوں کی نظر میں کافرانہ اقدام ٹھہرا اور اسے اس کی پاداش میں جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔تیسویں ترکی کے سلطان محمود نے جدید طب اور سرجری وغیرہ پر اپنی توجہ مرکوز کی اور مقامی ڈاکٹروں کی تربیت کے لیے یورپ سے اس شعبے کے ماہرین کو بلایا۔چیچک کی ویکسین ایجاد ہونے پر سلطان محمود نے بچوں کو چیچک سے بچاؤ کے لیے ٹیکے کرائے۔سٹیم انجن سے چلنے والی کشتیاں اور کوٹ اور پتلون متعارف کروائے۔ان تمام شاندار اور عظیم اصلاحات کو نام نہاد مذہب کے ٹھیکیداروں نے غیر اسلامی اور کافرانہ اقدام قرار دے ملک کو دارالفساد بنا دیا۔چیچک کے ٹیکے کے متعلق کہا گیا کہ یہ کافرانہ عمل اور قدرت کے کام میں مداخلت ہے۔سلطان عبدالحمید نے بھی کچھ اچھے کام کرنے کی کوشش کی مگر مولویوں نے ایک نہ چلنے دی۔انہوں نے سیکولر عدالتیں،مدارس کی جگہ اسکول اور غیر مسلموں کو برابری کے حقوق وغیرہ جیسے اہم معاملات پر کام شروع کیا تو انہیں مولویوں نے آڑے ہاتھوں لیا۔سلطان عبدالحمید کے ۳۳ سالہ دور میں سلطنت عثمانیہ کی شان وشوکت کم سے کم ہوتی چلی گئی اور ترک قوم کا وقار دنیا میں کم ہوتا گیا۔سلطان عیش پرست انسان تھا،اس نے کم از کم ۱۶ شادیاں کی تھیں،انہوں نے پہلی شادی استنبول میں جارجیا کی بدری فلک سے کی۔انہوں نے دوسری شادی کوہ قاف کی بیدار سے کی۔انہوں نے تیسری شادی جارجیا کی دل پسند سے کی۔انہوں نے چوتھی شادی آذربائیجان کی میزدی مستان سے کی۔انہوں نے پانچویں شادی کوہ قاف کی پیوستی عثمان سے کی۔انہوں نے چھٹی شادی جارجیا کی بیہس مان سے کی۔انہوں نے ساتویں شادی صالحہ سے کی۔اس کے علاوہ بھی انہوں نے تقریباً نو شادیاں کیں۔اوران سب سے ان کی کثیر تعداد میں اولاد بھی پیدا ہوئی تھی۔

سلطان عبدالحمید نے اپنے عیش وعشرت کے لیے چند کروڑ پونڈ یورپ سے قرض لیے اور اس کے عوض بہت سے علاقہ جات سلطنت عثمانیہ یعنی مصر،الجیریا،قبرص،کریمیا،باطوم،رومانیہ،بلقان،سربیا،یونان وغیرہ بطور ”بخشش“ وبلا اسباب اغیار کے قبضے میں چلے گئے۔اسی سلطان نے یورپ سے ایسے معاہدے کیے جس سے سلطنت عثمانیہ کے اندر ریل،سڑکیں،کارخانے وغیرہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کے قبضے میں چلے گئے۔اس کے علاوہ سرکاری جائدادیں بطور ضمانت قرض خواہوں کے قبضے میں چلی گئیں۔اس بری

صورت حال کے پیش نظر سلطان عبدالحمید کو معزول کر دیا گیا اور سلطان کے بھائی محمد رشاد کو جو گزشتہ ۲۳ برس سے قید میں تھا نیا سلطنت عثمانیہ تسلیم کر لیا گیا۔ جونہی اس نے اقتدار سنبھالا، اسے بلقان جنگ میں شکست ہوئی اور بلقان کی چھ ریاستیں بھی ترکی سے چھن گئیں۔ جب جنگ عظیم اول ہوئی تو ترکی میں حکمران نا اہل تھے، تمام ادارے کرپٹ تھے، معاشرہ بے حس تھا اور مولوی حضرات نفاق اور شیطان کا شکار تھے۔ ترکی بربادی کے دہانے پر اور یورپ اسے ہڑپ کر جانے کے درپے تھا اور مولوی حضرات ایک دوسرے کو کافر کافر کہہ کر پکار رہے تھے، مسجدوں میں لڑائی روزمرہ کا معمول تھا، ایک مکتبہ فکر کے لوگ دوسرے مکتبہ فکر کے طالب علم سے ہاتھ تک نہ ملاتے تھے اور یہاں تک کہ ایک دوسرے کے اشاعت گھر سے شائع ہونے والے قرآن مجید تک نہیں خریدتے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جزیرہ العرب بھی اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور عرب ممالک میں موجود ترک افواج پر بے حد مظالم ڈھائے گئے۔ پوپ نے جنگ کو ہلال وصلیب کی جنگ قرار دیا اور شیخ الاسلام نے جہاد اکبر کا اعلان کیا۔ جب دشمن سے سامنا ہوا تو ترک حیران رہ گئے کہ ان کے مدمقابل دشمنوں کی ایک بڑی تعداد کلمہ طیبہ گوؤں کی تھی۔ سلطان محمد کی وفات کے بعد سلطان وحید الدین تخت نشین ہوئے اور حملہ آوروں کے ساتھ جنگ کے خاتمہ کے لیے رجوع کیا۔ اور نہایت شرمناک شرائط پر جنگ ختم کر کے اغیار کی افواج کو ترکی حدود میں آنے کی اجازت دی اور دولت عثمانیہ کے تمام معاملات دشمنان اسلام کے ہاتھوں میں سونپ دیئے۔ اس معاہدے کو سلطنت عثمانیہ کی ایک عظیم شکست سمجھا جاتا ہے جو اپریل 1920ء میں اتحادیوں کے درمیان سان ریمو کانفرنس کے بعد طے پانے والے معاہدوں کی ایک کڑی تھا۔ اس معاہدے کے تحت حجاز (موجودہ سعودی عرب کا صوبہ) اور آرمینیا آزاد ممالک قرار دیے گئے۔ معاہدے کے سیکشن III کے آرٹیکل 62 تا 64 کے مطابق کردستان کو بھی آزادی ملنی تھی اور کرد ولایت موصل بھی آزاد کردستان میں شمولیت اختیار کر سکتی تھی۔ دوران جنگ سائیکس پیکوٹ معاہدے کے تحت بین النہرین یعنی میسوپوٹیمیا (موجودہ عراق) اور فلسطین برطانیہ اور لبنان اور شام کا علاقہ فرانس کے انتظام میں دے دیا گیا۔ اس کے علاوہ بحیرہ روم میں جزائر ڈوڈ کینیز اور رہوڈز (جو 1911ء سے ہی اٹلی کے قبضے میں تھے) کے علاوہ شمالی اناطولیہ اٹلی کو دے دیا گیا جبکہ تھریس اور مغربی اناطولیہ یونان کا حصہ قرار دیا گیا جس میں سمرنا (موجودہ ازمیر) کی اہم ترین بندرگاہ بھی شامل تھی۔ باسفورس، درہ دانیال اور بحیرہ مرمرہ کو غیر فوجی اور بین الاقوامی علاقہ قرار دیا گیا اور عثمانی افواج کی تعداد کو 50 ہزار تک محدود کر دیا گیا۔

اس معاہدے پر عثمانی سلطنت نے دستخط کر دیے تھے لیکن اسے ترکی کی جمہوری تحریک نے مسترد کر دیا اور اس معاہدے پر عملدرآمد نہ ہو سکا۔ جمہوری تحریک کے بانی کمال اتاترک کے معاہدہ مسترد کیے جانے کی بنا پر اس کی گرفتاری اور قتل کے احکام صادر کیے گئے تھے۔ کمال اتاترک کی زیر قیادت اس تحریک نے معاہدے کو مسترد کرنے کے بعد ترکی کی جنگ آزادی کا اعلان کر دیا اور قسطنطنیہ (استنبول) میں بادشاہت کو ختم کر کے ترکی کو جمہوریہ بنا دیا۔ انقرہ میں ترکی کی قومی اسمبلی نے معاہدے کو مسترد کرتے ہوئے مغربی اناطولیہ میں یونانی افواج کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی کو روکا۔ مارچ 1921ء میں اتاترک کے حامیوں نے سوویت روس کی بالشویک حکومت سے دوستی کا معاہدہ کر لیا جس کے نتیجے میں کمالیوں نے ستمبر 1922ء تک یونان کو شکست دے کر اس کی افواج کو اناطولیہ سے نکال باہر کیا۔ اس زبردست فتح کے بعد جنگ عظیم اول کے اتحادی مذاکرات کی میز پر آنے پر مجبور ہو گئے اور 1923ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر لوزان میں معاہدہ سیورے کو ترکی کے حق میں منسوخ کر دیا گیا۔ معاہدہ لوزان ترکی کی عظیم فتح سمجھا جاتا ہے۔

مصطفی کمال اتاترک تین برس تک مختلف محاذوں پر شبانہ روز محنت کے بعد حالات پر قابو پا کر اور اناطولیہ میں یونان کو شرمناک شکست دینے کے بعد استنبول کی طرف بڑھا اور اغیار کی افواج کی امان کی درخواست قبول کر کے استنبول میں داخل ہوا۔ خلیفہ وحید الدین کی آمد کا سن کر اپنے چیلوں کے ساتھ فرار ہو گیا۔ مجلس ملیہ ترکیہ نے عبدالمجید خان کو خلیفہ بنا دیا اور ان کی تنخواہ ۱۵ ہزار مقرر کی گئی انہیں کہا گیا کہ آپ کاروبار مملکت میں دخل نہ دیں، مسلمانوں کے فلاح و اتفاق کے لیے کوشش کریں۔

خلیفہ بننے کے دو برس بعد خلیفہ عبدالمجید ریاست کے معاملات میں دخل دینے لگے جس سے مادہ فساد پھر پیدا ہونے لگا۔ سمجھانے کے باوجود اغیار کے بہکانے سے جمہوریہ ترکیہ کی سطوت و شان کو گرہن لگانے کی کوشش کی۔ ملک کو خطرات سے بچانے کے لیے ترکی حکومت نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کر دیا اور خلیفہ عبدالمجید کو ملک سے نکال باہر کیا۔ اور ترکی نے مسلمان ممالک سے کہہ دیا جسے خلافت چاہیے وہ اسے قائم کر لے۔ علامہ اقبال نے ترک قوم کے شخصی خلافت کے خاتمہ کرنے پر انکی تعریف کی تھی۔ ***

افسانچے

محمد نعیم یاد
جوہر آباد

خواب سرائے

وہ فیکٹری سے نکلا تو تیزی سے قدم اُٹھائے اس نوجوان کی طرف بڑھا جو فیکٹری ایریا کے باہر بھنے ہوئے چنے اور مکئی کے دانے لیے کھڑا تھا۔سخت جاڑے کے موسم میں جونہی گرم چنوں اور مکئی کی خوشبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تو اپنی بیٹی کا عکس ذہن میں آنے لگا جس سے اس نے وعدہ کیا تھا کہ تنخواہ ملی تو اس کے لیے ضرور کچھ لے کے آئے گا۔

اس نے جلدی سے چند پیسوں سے بھنے ہوئے مکئی کے دانے لیے اور اپنے گھر کو چل دیا۔اسے یقین تھا کہ اس کی بیٹی یہ دیکھ کر بہت خوش ہوگی۔اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا۔اس کی فیکٹری کے کئی کارکن پھلوں سے بھرے تھیلے اٹھائے گھر جا رہے تھے۔اس نے ان کے ہاتھوں میں لدے پھندے ان تھیلوں کو دیکھا تو اسے اپنے ہاتھ میں پکڑے مکئی کے وہ دانے بہت ہلکے لگے۔اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔اور اس کے دماغ میں بیٹی کا عکس پھر سے واضح ہونے لگا مگر اب کی بار اسے لگا جیسے مکئی کے دانے دیکھ کر وہ اُبل پڑی ہو اور کہہ رہی ہو’’ابا اتنے ماہ بعد اس خواہش کو پورا کیا۔اور وہ بھی مکئی کے دانوں سے‘‘۔

اس کا جی متلانے لگا۔اور قدم من من کے بھاری ہونے لگے۔دفعتاً سے پیچھے کسی گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور تیزی سے سڑک پار کرنے لگا ہی تھا کہ اس کا پاؤں سڑک پہ گری کسی چیز سے پھسلا اور پھر اور ایک زوردار جھماکا ۔۔ چند ثانیوں بعد سڑک پہ کافی ہجوم تھا جو سڑک پہ گرے اوندھے بل شخص کے گرد کھڑے تھے جو چند لمحوں پہلے اگلی دنیا سدھار گیا تھا۔اور سڑک پہ ارد گرد مکئی کے دانے بکھرے پڑے تھے۔کسی نے قریب جاکے دیکھا تو زور سے چلایا’’ارے دیکھو اس کے جوتوں کے نیچے تو کیلے کا چھلکا ہے۔لگتا ہے بے چارا اسی سے پھسلا ہوگا اور گاڑی سے حادثے کا شکار ہو گیا ہوگا‘‘۔

ہاں یار تم ٹھیک کہتے ہو۔سب اس کی تائید میں بولے۔مگر یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ کیلے وہ چھلکا وہی تھا جو اس کے ساتھیوں نے پھلوں سے بھرے ان تھیلوں سے نکال کر کھا کے پھینکا تھا جو وہ اپنے بچوں کے لیے لے کے جا رہے تھے۔

بکھرے رنگ

وہ شام کو کام سے گھر لوٹا تو وہ دونوں بہن بھائی اس سے لپٹ گئے۔

ابا بتاؤ کس کی ڈرائنگ اچھی ہے؟ وہ چہکتے ہوئے بولی۔اُس نے ایک نظر بیٹی کی جھلملاتی آنکھوں میں دیکھا جو کسی محبت بھرے فیصلے کے انتظار میں تھیں۔پر دوسرے ہی لمحے بیٹے کو دیکھتے ہی بیٹے کو گود میں اُٹھایا اور خوشی سے بولا’’ارے میرے شیر بیٹے سے بھلا کوئی اچھی ڈرائنگ بنا سکتا ہے۔‘‘ اور پھر پیار سے اسے اٹھائے اندر چلا گیا۔

وہ نم آنکھوں سے باپ کو جاتا دیکھتی رہی۔اور پھر ایک نظر اس نے اپنی ڈرائنگ پہ ڈالی۔جس پہ اس نے باپ کے ساتھ اپنی تصویر بنائی تھی۔کئی آنسو اس کی آنکھوں سے گرے اور ننھے رُخسار سے رستہ بنائے اس کی ڈرائنگ پہ جا گرے۔کئی رنگ بکھر گئے۔اور وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولی’’واقعی ابا کتنی بھدی ڈرائنگ بنائی میں نے دیکھو سارے رنگ بکھر گئے۔۔۔۔‘‘

قدموں کا فرق

شہر کا رئیس آدمی پارک میں وزن کم کرنے کے لیے دوڑ رہا تھا جب کہ اس کے پیچھے ایک کمزور،نحیف سا بچہ ہاتھ اُٹھائے روٹی کی خاطر چند رُوپے مانگنے کے لیے۔۔۔

احساس

جاڑے کی رُت میں جب وہ شہر کی مشہور دُکان سے شاپنگ کر کے بابا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھنے لگی تو اس کی نظر اُس لڑکے پہ پڑی جو اتنی سردی کے باوجود پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے تھا ایک لمحے کو اس کو تھرتھری سی آئی اور اس نے لڑکے سے پوچھا:’’اے کیا تجھے سردی نہیں لگتی‘‘

لڑکے نے معصومیت سے جواب دیا:۔

’’نہیں!بس بھوک لگتی ہے۔‘‘

شعر و شاعری

’’روٹھنا آپ کو اور ہم کو منانا نہ پڑے‘‘

امۃ الباری ناصر صاحبہ

غیر کے در پہ کبھی سر کو جھکانا نہ پڑے
کسی پتھر کو کبھی دل میں بسانا نہ پڑے

لطف یہ ہے کہ وہ خود آنکھوں سے پڑھ لیتا ہے
باخبر اتنا اسے کچھ بھی بتانا نہ پڑے

رنج ہو گا بھی تو رنجش نہیں ہونے دیں گے
روٹھنا آپ کو اور ہم کو منانا نہ پڑے

رکھئے ہر آن نگاہوں میں مآلِ ہستی
بعد میں تا کہ کہیں رونا رلانا نہ پڑے

کرو تقسیم مناسب کوئی بھوکا نہ رہے
مانگ کر مفلس و نادار کو کھانا نہ پڑے

وقت کی دھول میں اٹ جاتا ہے ہر نقشِ قدم
کاش ان راہوں پہ پھر لوٹ کے آنا نہ پڑے

ذہن میں رکھنا کہ برحق ہے مکافاتِ عمل
خود کو پچھتاووں کی بھٹی میں جلانا نہ پڑے

’’ہے فُرقتِ یار کی سزا اور طرح کی‘‘

منیرؔ احمد باجوہ۔ہمبرگ جرمنی

ہوتی ہے سدا ہم سے خطا اور طرح کی
رحمت تیری کرتی ہے عطا اور طرح کی

ہم لاکھ ہوں مخلص بھلے اپنی وفا سے
کرتے ہیں تیرے دَر سے وفا اور طرح کی

ملے جب بھی ہمیں توفیق دعا کی
کرتے ہیں تیرے در پہ دعا اور طرح کی

مرضیء مولا سے ہی ملتی ہیں مُرادیں
دکھلاتی ہے تاثیر دوا اور طرح کی

چھاتے ہیں فلک پر جب ابرِ بہاراں
ہوتی ہے گلشن کی فضا اور طرح کی

ہر کوئی دیتا ہے صدا تیرے ہی در پر
ہے عاشق صادق کی صدا اور طرح کی

ہر جرم کی سزا یاں الگ ہے منیرؔ
ہے فُرقتِ یار کی سزا اور طرح کی

’’خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد‘‘

فیض احمد فیض

ہم کہ ٹھہرے اجنبی اتنی مداراتوں کے بعد
پھر بنیں گے آشنا کتنی ملاقاتوں کے بعد

کب نظر میں آئے گی بے داغ سبزے کی بہار
خون کے دھبے دھلیں گے کتنی برساتوں کے بعد

تھے بہت بے درد لمحے ختم درد عشق کے
تھیں بہت بے مہر صبحیں مہرباں راتوں کے بعد

دل تو چاہا پر شکست دل نے مہلت ہی نہ دی
کچھ گلے شکوے بھی کر لیتے مناجاتوں کے بعد

ان سے جو کہنے گئے تھے فیضؔ جاں صدقہ کیے
ان کہی ہی رہ گئی وہ بات سب باتوں کے بعد

”مجھ کو جگا دیا یہی احسان کم نہیں“ — جگر مراد آبادی

ہم کو مٹا سکے یہ زمانے میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانے سے ہم نہیں

بے فائدہ الم نہیں بے کار غم نہیں
توفیق دے خدا تو یہ نعمت بھی کم نہیں

میری زباں پہ شکوہء اہل ستم نہیں
مجھ کو جگا دیا یہی احسان کم نہیں

یا رب ہجوم درد کو دے اور وسعتیں
دامن تو کیا ابھی مری آنکھیں بھی نم نہیں

شکوہ تو ایک چھیڑ ہے لیکن حقیقتاً
تیرا ستم بھی تیری عنایت سے کم نہیں

اب عشق اس مقام پہ ہے جستجو نورد
سایہ نہیں جہاں کوئی نقش قدم نہیں

ملتا ہے کیوں مزہ ستم روزگار میں
تیرا کرم بھی خود جو شریک ستم نہیں

مرگ جگر پہ کیوں تری آنکھیں ہیں اشک ریز
اک سانحہ سہی مگر اتنا اہم نہیں

”کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی“ — محمد رفیع سوداؔ

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

کیا ضد ہے مرے ساتھ خدا جانے وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مری ایک نظر بھی

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لخت جگر بھی

اے نالہ صد افسوس جواں مرنے پہ تیرے
پایا نہ تنک دیکھنے تیں روئے اثر بھی

کس ہستیء موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی

تنہا ترے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سوداؔ تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

”کیا سوچ کے سچائی کا سر کاٹ رہا ہے“ — وسیم ملک

جو شخص مرا دست ہنر کاٹ رہا ہے
نادان ہے شاداب شجر کاٹ رہا ہے

کیا یاد نہیں ظلم کا انجام زمانے
کیا سوچ کے سچائی کا سر کاٹ رہا ہے

فطرت کو کئی چہروں کی پرتوں میں چھپا کر
جانے یہ سزا کیسی بشر کاٹ رہا ہے

تعریف غم ہجر کی کیا مجھ سے بیاں ہو
اک زہر ہے جو قلب و جگر کاٹ رہا ہے

دل آج ترے عہد محبت کے بھروسے
تنہائی کا دشوار سفر کاٹ رہا ہے

کل ساتھ تھا کوئی تو در و بام تھے روشن
تنہا ہوں وسیمؔ آج تو گھر کاٹ رہا ہے

”سناٹے کی دہشت بڑھتی جاتی ہے“

امجد اسلام امجدؔ

آنکھوں سے اک خواب گزرنے والا ہے
کھڑکی سے مہتاب گزرنے والا ہے

صدیوں کے ان خواب گزیدہ شہروں سے
مہر عالم تاب گزرنے والا ہے

جادوگر کی قید میں تھے جب شہزادے
قصے کا وہ باب گزرنے والا ہے

سناٹے کی دہشت بڑھتی جاتی ہے
بستی سے سیلاب گزرنے والا ہے

دریاؤں میں ریت اڑے گی صحرا کی
صحرا سے گرداب گزرنے والا ہے

مولا جانے کب دیکھیں گے آنکھوں سے
جو موسم شاداب گزرنے والا ہے

ہستی امجدؔ دیوانے کا خواب سہی
اب تو یہ بھی خواب گزرنے والا ہے

”مسجدیں بند ہیں مے کدہ تو چلے“

کیفی اعظمی

خار و خس تو اٹھیں راستہ تو چلے
میں اگر تھک گیا قافلہ تو چلے

چاند سورج بزرگوں کے نقش قدم
خیر بجھنے دو ان کو ہوا تو چلے

حاکم شہر یہ بھی کوئی شہر ہے
مسجدیں بند ہیں مے کدہ تو چلے

اس کو مذہب کہو یا سیاست کہو
خودکشی کا ہنر تم سکھا تو چلے

اتنی لاشیں میں کیسے اٹھا پاؤں گا
آپ اینٹوں کی حرمت بچا تو چلے

بیلچے لاؤ کھولو زمیں کی تہیں
میں کہاں دفن ہوں کچھ پتا تو چلے

”تیرے بنیں گے ہم تجھے اپنا کریں گے ہم“

منظرؔ لکھنوی

آہیں بھریں گے ہم کبھی نالہ کریں گے ہم
جب تک نہ بولیے گا پکارا کریں گے ہم

دنیا کو دین دین کو دنیا کریں گے ہم
تیرے بنیں گے ہم تجھے اپنا کریں گے ہم

کچھ ہے تو یادگار محبت یہی سہی
وہ چھوڑ دیں ستم بھی تو پھر کیا کریں گے ہم

دعوے بڑے ہیں تم کو جوانی کی نیند پر
اچھا تو آج رات کو نالا کریں گے ہم

دل ایسا ساتھ کھیلا ہوا دوست اور دغا
اب کیا کسی پہ خاک بھروسا کریں گے ہم

پھر طالبان دید کو آنکھیں فضول دیں
جب آپ جانتے تھے کہ پردا کریں گے ہم

تنکے چنے کبھی تو کبھی خاک اڑائی ہے
منظرؔ نہ جانے اور ابھی کیا کریں گے ہم

”وہ سبق سیکھا کہ اب تک یاد ہے“
کلیم عاجزؔ

بیکسی ہے اور دل ناشاد ہے　　اب انہیں دونوں سے گھر آباد ہے
اب انہیں کی فکر میں صیاد ہے　　جن کے نغموں سے چمن آباد ہے
جو مجھے برباد کر کے شاد ہے　　اس ستم گر کو مبارک باد ہے
تم نے جو چاہا وہی ہو کر رہا　　یہ ہماری مختصر روداد ہے
ہم نے تم سے رکھ کے امید کرم　　وہ سبق سیکھا کہ اب تک یاد ہے
بے بسی بن کر نہ ٹپکے آنکھ سے　　دل میں جو اک حسرت فریاد ہے

”ابھی تجھ کو آنسو بہانے بہت ہیں“
اسماعیل میرٹھی

سلامت ہے سر تو سرہانے بہت ہیں　　مجھے دل لگی کے ٹھکانے بہت ہیں
جو تشریف لاؤ تو ہے کون مانع　　مگر خوئے بد کو بہانے بہت ہیں
اثر کر گئی نفس رہزن کی دھمکی　　کہ یاں مرد کم اور زنانے بہت ہیں
معطل نہیں بیٹھتے شغل والے　　شکار افگنوں کو نشانے بہت ہیں
کرو دل کے ویرانے کی کنج کاوی　　دبے اس کھنڈر میں خزانے بہت ہیں
نہ اے شمع رو رو کے مر شام ہی سے　　ابھی تجھ کو آنسو بہانے بہت ہیں
ہوا میری روداد پر حکم آخر　　کہ مشہور ایسے فسانے بہت ہیں
نہیں ریل یا تار برقی پہ موقوف　　چھپے قدرتی کارخانے بہت ہیں
بچے کیونکہ بے چارہ مرغ گرسنہ　　بہ کثرت ہیں دام اور دانے بہت ہیں
بس اک آستانہ ہے سجدہ کے قابل　　زمانہ میں گو آستانے بہت ہیں

”الگ میکدہ کہیں اور بنا لیجیئے“
جہانگیر خاں۔لندن

ترک تعلق ہم سے فرما لیجیئے　　اپنی اچھائیاں ہم سے بچا لیجیئے
ہمیں معلوم نہیں آداب مے کشی　　الگ میکدہ کہیں اور بنا لیجیئے
کوئی شکوہ شکایت آپ سے نہیں　　دکان اپنی خوشی سے بڑھا لیجیئے
کبھی نفرت ذرا کم ہونے لگے　　اک نیا ہم سے مدعا لیجیئے
جب کبھی چاہتوں کا درد اُٹھے　　درد کی ہم سے دوا لیجیئے
محبتوں کے سحر میں گرفتار دوستو!　　محبت کے ماروں سے مشورہ لیجیئے

پاکستان کے نامور سائنسدانوں کی ادبی خدمات

تبصرہ کتب۔

ازقلم۔زکریا ورک،ٹورنٹو کینیڈا

نام کتاب : پاکستان کے نامور سائنسدانوں کی ادبی خدمات
مصنف : عمران اختر
پبلشر : ادارہ فروغ قومی زبان،اسلام آباد
سال اشاعت: 2012ء
قیمت : 350روپے
آئی ایس بی این: ISBN: 978-969-474-3295
طابع : الممتاز گرافکس،اسلام آباد

ادارہ فروغ قومی زبان اسلام آباد نے عمران اختر کے بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کے ایم فل کے پرمغز مقالے کو کتابی صورت میں شائع کیا تھا۔ مجھے یہ کتاب ارض پاکستان کے ممتاز ماہر وقادر بین الاقوامی شہرت یافتہ جینیات دان ڈاکٹر انور نسیم،صدر پاکستان اکیڈیمی آف سائنسز نے کینیڈا کے دورہ کے دوران مرحمت فرمائی تھی کیونکہ راقم نے عمران اختر کی ڈاکٹر عبدالسلام پر مقالہ لکھنے، مواد اور حقائق جمع کرنے، حوالہ جات ، کتب ورسائل کے حصول ، ایڈٹنگ،اور پروف ریڈنگ میں ان کے ساتھ تعاون کیا تھا جس کا اظہار تشکر انہوں نے انتساب اور تیسرے باب میں ڈاکٹر سلام پر میری کتب ومضامین کے حوالے سے احسن رنگ میں کیا ہے۔ڈاکٹر انور نسیم ،ستارہ امتیاز کے ساتھ عاجز کی شناسائی پچھلے 35 سال پر ممتد ہے جب وہ کینیڈا میں فیڈریشن آف پاکستانی سوسائیٹیز کے صدر تھے۔اس کے علاوہ وہ ڈاکٹر سلام کے مداح اور قدر دان بھی ہیں۔ اگست 2016ء میں انہوں نے اسلام آباد میں ڈاکٹر سلام کے 90سالہ یوم پیدائش پر وسیع پیمانے پر سلام سیمینار منعقد کروایا تھا۔

اس انوکھی ،اچھوتی ،اورخرد افروز 268 صفحے کی کتاب میں پاکستان کے تین نامور سائنسدانوں ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی،ڈاکٹر عبدالسلام،ڈاکٹر انور نسیم کی ادب میں خدمات کو تفصیل سے 199 صفحات میں بیان کیا گیا ہے۔جبکہ پانچویں باب میں اختصار کے ساتھ 8 ادیب سائنسدانوں کے احوال صفحات 200-248 پر دئے گئے ہیں: ڈاکٹر نذیر احمد، ڈاکٹر رضی الدین، میجر آفتاب حسن، عظیم قدوائی، ڈاکٹر صلاح الدین، حکیم محمد سعید، ڈاکٹر محمد افضل غوری، ڈاکٹر خان محمد ساجد۔

پہلے باب ’’سائنس اور ادب کے روابط واشتراکات‘‘ میں مصنف سائنس کے مقصد اور ادب کے مقصد میں فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سائنس کا مقصد کائنات کو طبعی قوانین کی روشنی میں دیکھنا ، انسانی زندگی کے مسائل،ان کا حل اور پیش آنیوالے حالات کا سائنسی طرز فکر کی روشنی میں اندازہ لگانا ہے جبکہ کائنات اور فکر کی تسخیر کا نام ادب ہے۔ادب منظم طریقہ کار ہے جس کی مدد سے انسانی ذہن علم وادراک کی وسعتوں کو ایک نقطہ تک محدود نہیں کرتا بلکہ پوری کائنات کو موضوع بنا کر مرکزی نقطہ فکر کے شعوری حوالوں کو پیش کرتا ہے۔ ادب سائنسی طرز فکر کے دباؤ سے آزاد ہو کر تخلیقی عمل کا نام ہے۔خیالات جب فکری سطح سے بلند ہو کر سائنسی فکر کے تابع ہو جاتے ہیں تو سائنسی طریقہ کار ایک شخص کو سائنسدان بناتا ، جبکہ یہی خیالات ادراک کی جہتوں سے گزر کر عملی صورت میں اظہار پاتے تو ادب تخلیق ہو جاتا ہے۔(صفحہ 11)

دوسرا باب ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی 1897-1994 کی ادبی خدمات پر ہے۔ڈاکٹر صدیقی بین الاقوامی شہرت کے حامل سائنسدان، بیک وقت قابل مصور،فلسفی ہونے کے علاوہ شعروادب پر بھی دسترس رکھتے تھے۔وہ موسیقی کے دلدادہ،شطرنج ڈوب کر کھیلتے ،اور کرکٹ سے بھی شغف رکھتے تھے۔ضخیم سے ضخیم کتاب چند گھنٹوں کے مطالعے کیلئے کافی ہوتی تھی۔آپ ادب کے قدردان تھے،خود مقتدر شاعر اور فارسی شاعری بہت پسند تھی۔ان کی مصوری کی نمائش امریکہ، پاکستان،ہندوستان اور جرمنی میں ہوئی تھی۔حالانکہ کیمسٹری میں FRS تھے مگر فنون لطیفہ اور مصوری میں اپنی مثال آپ۔آپ کو رائیل سوسائٹی کا فیلو ڈاکٹر سلام کی سفارش پر بنایا گیا تھا۔ڈاکٹر صدیقی پہلے سائنسدان تھے جس نے نیم کے درخت اینٹی فنگل ،اینٹی بیکٹیریئل،اینٹی وائرل اجزاء 1942ء میں حاصل کئے جس کی بناء پر آپ کو آرڈر آف برٹش ایمپائر کا ایوارڈ دیا گیا۔زندگی میں 300 ریسرچ پیپرز اور 40 پیٹنٹ درج کروائے۔آخر پر آپ کی زندگی کے اہم واقعات سن وار دینے کے بعد 55 حوالہ جات دئے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا کہ یہ ایک مستند اور باوثوق کتاب ہے۔

تیسرے باب کا تعلق پاکستان کے بابائے سائنس نوبیل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام (1926-96) کی ادبی خدمات سے ہے۔ پروفیسر عبدالسلام تیسری دنیا کے انسانوں کے واحد نمائندے کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔ وہ
نوع انسانی کو دائمی زندگی بہم پہنچانے میں علم، فکر، کردار قربانی اور خلوص نیت جیسے اوصاف کریمانہ سے متصف تھے۔ نہ صرف یہ کہ وہ طبیعات دان تھے بلکہ وہ ایسے ادارے کی حیثیت رکھتے تھے جس نے مشرقی اقوام کو مغرب کی سائنسی ترقیات اور سائنسی منظرنامے سے متعارف کیا۔ نیز انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے سائنسدانوں اور مفکروں کو نئے سائنسی ماحول میں سانس لینے کا جواز فراہم کیا۔ تعلیمی میدان میں ان کی پے در پے کامیابیوں، سائنس میں ان کے شغف کو بیان کرتے ہوئے ان کی ادبی زندگی کی جھلک پیش کی گئی ہے۔

ڈاکٹر سلام نے پہلا سائنسی مضمون 1943 میں سپرد قلم کیا اور آخری 1993 میں کیا تھا۔ ان کی تحریروں کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا پہلی وہ جن کا تعلق تھیورٹیکل فزکس سے ہے اور دوسری جن کا تعلق پاکستان میں سائنس کی ترقی و فروغ اور تیسری دنیا میں سائنس کے احیاء سے ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام سائنسدان ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اعلیٰ پایہ کے فلسفیانہ ذہن رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی باتوں سے فلسفیانہ افکار و روایات کی خوشبو آتی تھی۔ وہ ایک حساس اور دردمند دل رکھنے والے انسان تھے جس کا دل تیسری دنیا کی پسماندگی کو دیکھ پریشان ہوتا تھا۔ اکثر سائنسدان خود کو کسی ایک فیلڈ تک محدود کر لیتے ہیں مگر وہ ایک ایسی شخصیت کے مالک تھے جنہوں نے نہ صرف سیاسی طور پر بلکہ سائنسی طور پر بھی پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے ساتھ اپنی وابستگی ہمیشہ برقرار رکھی۔ ان کی بھرپور کوشش رہی کہ تیسری دنیا کے ممالک آپس میں مل بیٹھ کر ٹیکنالوجی کی ٹرانسفر کی بجائے خود سائنسی تعلیم اور فکر کو اپنے ملکوں میں روشناس کرائیں۔ انہوں نے بار ہا سائنس کے حوالے سے پاکستان میں ٹیکنالوجی کی منتقلی کی بجائے سائنس کے رواج پر زور دیا۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو بچپن ہی سے ادب سے لگاؤ تھا۔ نہ صرف آپ تحریر کے میدان کے شہسوار تھے بلکہ ایک قادر الکلام انشاء پرداز بھی۔ ان کی ژرف نگاہی، بصالت فکر اور وسیع النظری کا ایک عالم معترف تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں آپ کالج کے میگزین کے ایڈیٹر تھے۔ سائنس کے میدان میں آپ 250 تحقیقی مقالہ جات صفحہ قرطاس پر اتارے، اور ایک درجن سے زیادہ کتابیں۔ آپ کی شاہکار کتاب Ideals & Realities کا ترجمہ دنیا کی متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر عبدالسلام سائنس میں اپنی دماغ سوز مصروفیات اور تناؤ کو کم کرنے کیلئے اکثر اوقات شاعری اور ادب کو اپنے لیکچرز میں شامل کر لیتے۔ آپ فطرت کے نادر نمونوں کو سائنسی آنکھ سے دیکھنے اور ان کے حقائق کو ادب کی زبان میں بیان کرنے کا ہنر جانتے تھے۔ ان کی تحریر کا سٹائیل دلفریب تھا۔ مضامین میں ادبی چاشنی اور دل کشی پیدا کرنے کی طرف خصوصی توجہ دیتے تھے۔ ان کی مکتوب نگاری میں غالب کا سا انداز تحریر تھا۔ مکتوب الیہ سے گفتگو کا آغاز کرتے اور ظرافت کی چاشنی کا بھی اضافہ کر دیتے تھے۔ تاریخ نگاری میں بھی کمال حاصل تھا۔

چوتھے باب کا عنوان ڈاکٹر انور نسیم کی ادبی خدمات ہے۔ اس علم دوست، ادب دوست، انسان دوست کا شمار عالمی سطح پر جانے پہچانے سائنسدانوں میں ہوتا ہے۔ سائنس میں مصروفیات کے باوجود اردو ادب اور ادیبوں سے رابطہ استوار رکھا۔ آپ بین الاقوامی شہرت یافتہ جینیات دان ہیں۔ ڈاکٹر سلیم الزماں صدیقی کا کہنا تھا کہ ادب اور سائنس میں حس حسن، قدر مشترک ہے۔ ادب اور سائنس کی اس قدر مشترک پر انور نسیم پورے اترتے ہیں۔ بہ حیثیت افسانہ نگار آپ نے جو لکھا وہ حقیقت کے قریب تر ہو کر لکھا۔ ان کے افسانوں کے کردار وہ خود ہیں۔ ان کے لہجے سے ہمیشہ سرشاری اور بلند آہنگی کی مہک آتی ہے۔ سائنس اور ادب میں ان کی دلچسپی متوازی خطوط پر استوار رہی۔

ڈاکٹر نسیم (ولادت 1935) نے راقم کو اپنے افسانوں کا مجموعہ **وہ قربتیں یہ فاصلے** عنایت فرمایا تھا۔ آپ کی افسانہ نگاری کے متعلق سید ضمیر جعفری نے کہا تھا کہ ان کی تحریروں میں ذہانت کی چمک، اخلاص کی خوشبو اور نگارش کی دل موہ لینے والی چاشنی ہوتی ہے۔ پاکستان کے نامور ادیبوں دانشوروں ضمیر جعفری، فیض احمد فیض، منیر نیازی، انتظار حسین، جمیل الدین عالی شہزاد احمد، احمد ندیم قاسمی، مسعود مفتی کے ساتھ ذاتی اور ادبی تعلقات برسوں پر محیط ہیں۔

کینیڈا میں 23 سال قیام کے بعد سعودی عرب کے شاہ فیصل ہسپتال میں پرنسپل سائینٹسٹ رہے۔ غیر ممالک میں 31 سال کے قیام کے بعد آپ 1993 میں پاکستان واپس لوٹ آئے۔ گزشتہ کئی سالوں سے آپ پاکستان اکیڈیمی آف سائنسز کے صدر ہیں۔ آپ تھرڈ ورلڈ اکیڈیمی آف سائنسز (ٹریسٹ اٹلی) کے ممبر ہیں۔ 2016ء میں آپ نے ڈاکٹر سلام کے نوے سالہ

یوم پیدائش پر پورے تزک واحتشام کے ساتھ 'سلام کانفرنس' کا اہتمام اسلام آباد میں کیا تھا۔

پانچویں باب میں مسلمانوں کی سائنسی ترقی تاریخی تناظر بعد بیان کرنے کے بعد پاکستان کے جن ادیب سائنسدانوں کے مختصر سوانحی خاکے دئے گئے ہیں وہ یہ ہیں: ڈاکٹر نذیر احمد، ڈاکٹر رضی الدین، میجر آفتاب حسن، عظیم قدوائی، ڈاکٹر نسیمہ ترمذی، ڈاکٹر صلاح الدین، حکیم محمد سعید، ڈاکٹر محمد افضل غوری، ڈاکٹر خان محمد ساجد۔ کتابیات کے ضمن 50 اردو کتابوں، 13 انگلش کتابوں 22 رسائل، اردو اخبارات، 8 جرنلز کے نام اور مستند حوالے دئے گئے ہیں۔ جن افراد کے انٹرویوز کئے گئے ان کے نام درج ہیں نیز انٹرنیٹ کے جن ذخائر سے استفادہ کیا گیا وہ بھی دیئے گئے ہیں۔

غرضیکہ یہ ایک نہایت مفید اور جامع کتاب ہے۔ میری ذاتی لائبریری میں یہ اس شیلف پر ہے جہاں میری منظور نظر کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ کتاب پر ناشر کا نام ڈاکٹر انوار احمد اور ای میل درج ہے جب میں نے ان کو مزید کتابیں حاصل کرنے کی ای میل بھیجی تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ ریٹائیر ہو چکے ہیں۔ سرورق اور پرنٹنگ معمولی ہے۔ مصنف کتاب عمران اختر اب ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر چکے ہیں۔

***

بیوقوف کون ہے؟

تحریر۔عبدالحق شاکر (پٹنی لندن)

1- کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کی سچی تعریف کرنا جائز اور اچھی بات ہے۔

2- کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے خلاف بات کرنا (چاہئے وہ سچ ہو) غیبت ہے اور غیبت مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی طرح ہے اور کسی کی عدم موجودگی میں اس کے خلاف جھوٹی باتیں کرنا بہتان ہے جو غیبت سے بڑا گناہ ہے۔ اگر لوگ غیبت کرنا چھوڑ دیں تو معاشرے میں امن قائم ہوسکتا ہے۔

3- کسی شخص کی موجودگی میں اس کی سچی تعریفیں کرنا خوش آمد کہلاتا ہے لیکن ضروری ہو یا کوئی مجبوری ہو تو مناسب ہے۔

4- کسی شخص کی موجودگی میں اس کی جھوٹی تعریفیں کرنا بالکل جائز نہیں اور اکثر لوگ اپنا فائدہ حاصل کرنے کیلئے ایسا کرتے ہیں۔

5- کسی دوست یا عزیز کے نقائص کی اصلاح کرنا مقصد ہو تو پہلے بہترین عملی نمونہ پیش کرنا چاہیے اور اخلاق کیساتھ علیحدگی میں سمجھانا چاہئے۔

6- ہمارے ماں باپ، عزیز یا دوست علیحدگی میں ہمیں ہمارے نقائص یا خامیوں سے آگاہ کرتے ہیں تو یاد رکھیں وہ ہمارے ہمدرد ہیں۔

7- میرا کوئی دوست یا عزیز مجھے میری کمزوریوں سے آگاہ کرتا ہے اور میں اس کا برا مان لیتا ہوں، تو یہ میری کم عقلی ہوگی۔

8- دوسروں کی موجودگی میں اپنی تعریفیں سن کر خوش ہونا اور اپنی تعریفیں سننے کی خواہش رکھنا بیوقوف لوگوں کا کام ہے۔

9- دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو لوگوں سے مل کر اپنی تعریفیں خود کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اگر داد نہ دی جائے تو برا مان جاتے ہیں، ان کا شمار دُنیا کے بیوقوف لوگوں میں ہوگا۔

رانا عبدالطیف صاحب اور محترمہ مریم مبارک صاحبہ

رانا عبدالطیف خاں صاحب مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ موصوف ہنس مکھ، پیار کرنے والے اور خدمت انسانی کے لیے چوکس رہنے والے دعا گو وجود تھے۔ پیشوا میگزین کے اجراء پر بے حد خوش تھے، بڑی زندہ دلی سے پیشوا انٹرنیشنل کی کاپیاں تقسیم کرنے کے لیے لے جایا کرتے تھے۔ اس عاجز کا ان سے دس برس پرانا تعلق تھا، وہ جب بھی ملتے دونوں ہاتھوں سے عاجز کا ہاتھ نہایت گرم جوشی سے تھام لیتے تھے۔

بہت ہی پیارے اور ہمیشہ اس عاجز کی حوصلہ افزائی کرنے والے مشہور زمانہ شاعر جناب مبارک صدیقی صاحب کی اکلوتی بیٹی محترمہ مریم مبارک صاحبہ بھی رانا صاحب کی وفات کے چند دن بعد مختصر علالت کے بعد پچیس برس کی عمر میں لندن کے اسپتال سینٹ جارج میں انتقال فرما گئیں۔ محترمہ مریم مبارک صاحبہ نے دو ننھی کلیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ جناب مبارک صدیقی صاحب کے مطابق مرحومہ نہایت درجہ دین اسلام سے محبت کرنے والی، دینی غیرت رکھنے والی، ہمدرد اور انسانوں کی خدمت کو اولیت دینے والی، والدین سے بے انتہا پیار کرنے والی اور دعا گو تھیں۔ یہ عاجز اور پیشوا انٹرنیشنل کے تمام منتظمین مرحومین کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بڑھاتا چلا جائے اور جنت الفردوس میں جگہ دے اور اسی طرح مرحومین کے لواحقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ قارئین پیشوا انٹرنیشنل سے گزارش ہے کہ مرحومہ کی دونوں بچیوں کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل۔ رانا محمد حسن خاں

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00
Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973
Email: info@rhacs.co.uk

TAKE AWAY - DELIVERY
OPEN 7 DAYS A WEEK
TILL LATE

ZheGerman

DONER & SHAKE

DONER KEBAB
£5.99

WITH FRIES & DRINK
£7.99

Seriously German Kebabs...

Follow us ZheGermanUK

Free Delivery Call us

TEL: 020 3638 4216

Delivery Prices are Different

Website Order 10% OFF

www.zhegerman.com

BRANCH 1 : 21 Morden court Parade, Morden SM4 5HJ
BRANCH 2 : Broadway Market, Tooting High Street London Sw17 0RJ

حلال 100% HALAL

FOR DELIVERY, ORDER VIA OUR DELIVERY PARTNERS

UBER eats | JUST EAT | deliveroo